

میرا تعلق سپاہ صحابہ سے ہے، کھلی بات کرتا ہوں سپاہ صحابہ سیاسی جماعت نہیں ہے..... اور
میں کھل کر کہتا ہوں میرا سیاسی تعلق جمعیت علماء اسلام سے ہے۔
حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ (خطبات حیدری ج ۱ ص ۲۰۰)

جمعیت اور سپاہ میں اختلاف کیوں؟

- 1 - اختلاف کے دس اسباب
- 2 - شیعوں سے اتحاد کا تاریخی جائزہ
- 3 - تکفیر شیعہ اور مفتیان دارالعلوم دیوبند کا موقف

تالیف

مولانا محمد اسحاق باجوڑی صاحب

فاضل دارالعلوم کراچی

استاذ حدیث جامعہ انوار العلوم مہران ٹاؤن کورنگی کراچی

ناشر

مکتبۃ الصادق کراچی

چودہ سو سال میں علمائے اہل سنت کی اکثریت شیعوں کو علی

الاطلاق کافر کہنے کے بجائے یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافر نہ

عقائد رکھے، کافر ہے۔ اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیوبند کا رہا

ہے... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں

کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے،

بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت اور گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان

گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

(شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی، فتاویٰ عثمانی، ج ۱ ص ۹۷، ۹۸)

انتساب

بندہ اس کاوش کو اس شخصیت اور رہنما کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جو بیک وقت جمعیت اور سپاہ دونوں میں یکساں مقبولیت کے حامل تھے، اور ان کی خدمات اور رہنمائی سے دونوں جماعت مستفید ہو رہی تھیں، یعنی بانی انجمن سپاہ صحابہ، سابق نائب امیر جمعیت علماء اسلام صوبہ پنجاب، شہید ناموس صحابہ، امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نور اللہ مرقدہ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان
۹	پیش لفظ
	باب اول: اختلافات کے اسباب
۱۵	پہلا سبب: سپاہ صحابہ کو سیاسی انتخابی جماعت بنانا
۱۹	دوسرا سبب: تکفیر شیعہ کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے فتوؤں کو نظر انداز کرنا
۲۰	تیسرا سبب: جمعیت سے مولانا اعظم طارقؒ اور مولانا خلیفہ عبدالقیومؒ کی ذاتی رنجش
۲۲	چوتھا سبب: انتخابات میں قیادت کا مقابلہ
۲۲	پانچواں سبب: عوامی جلسوں میں قیادت پر تنقید
۲۳	چھٹا سبب: قیادت کا آپس میں رویوں کا اثر
۲۷	ساتواں سبب: کسی جماعت کی پکی نشست پر اس کو ہرانے کی کوشش
۲۹	آٹھواں سبب: اتحادی ہونے کے ناطے تنقید کا نشانہ بنانا
۳۰	نواں سبب: راہ حق پارٹی کا قیام
۳۱	دسواں سبب: وزیراعظم کے ووٹ میں جمالی صاحب کی حمایت
	باب دوم: شیعوں سے اتحاد کا تاریخی پس منظر
	۱۔ مختلف تحریکات میں اکابر علماء دیوبند کا شیعوں سے اتحاد

۳۸	۱— تحریک پاکستان
۳۸	۲— اسلامی مشاورتی بورڈ
۳۹	۳— ۲۲ نکات
۳۹	۴— مجلس احرار
۴۰	۵— آل مسلم پارٹیز کا نفرنس
۴۰	۶— آل پارٹیز ایکشن کمیٹی
۴۲	۷— مجلس عمل تحفظ ختم بنوت
۴۲	۸— تحریک نظام مصطفیٰ
۴۳	۹— کل جماعتی مجلس عمل
۴۳	۱۰— آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ
۴۵	۱۱— اتحاد تنظیمات مدارس
۴۶	۱۲— عرب میں سنی شیعہ اتحاد کا قیام
۲— سپاہ اور شیعوں میں اتحاد	
۴۷	۱— اتحاد بین المسلمین کمیٹی
۴۸	۲— قومی ملی یکجہتی کونسل
۵۱	۳— شیعوں سے اتحاد کے لیے حامی بھر لینا
۵۳	۴— پیغام پاکستان
باب سوم: تکفیر شیعہ اور مفتیان دارالعلوم دیوبند کا موقف	
۵۵	۱— استاد المفتین حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ

۵۸	۲— مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ
۶۱	۳— حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ
۶۳	۴— مفتی نظام الدین اعظمیؒ
باب چہارم: بعض اکابر کے فتوے اور ان کی وضاحت	
۶۷	۱— فقیہ النفس حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ
۶۹	۲— فقیہ الملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا فتویٰ
۷۴	۳— متفقہ فتویٰ کی وضاحت
۷۸	۴— حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحبؒ کا فتویٰ
۷۹	۵— حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی صاحبؒ کا موقف
۸۳	۶— مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ
۸۴	۷— متکلم اسلام حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا قول فیصل
۸۵	۸— مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحبؒ کی رائے
۸۷	۹— شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحبؒ کا فتویٰ
۸۹	۱۰— مفکر اسلام مولانا زاہد الراشدی صاحبؒ کا موقف
۸۹	۱۱— امام المقتین حضرت علامہ شامیؒ کی تحقیق
باب پنجم: ائمہ حدیث کی رافضیوں سے روایات	
۹۴	۱— روافض کی روایات کا حکم
۹۵	۲— صحاح ستہ میں روافض کی روایات
۹۸	۳— رافضیت اور شیعیت کی اصطلاح

۱۰۳	۴—امام عبدالرزاقؒ اور امام حاکمؒ پر شیعیت کے الزام کی حقیقت
	باب ششم: مختلف اور متفرق مسائل و مباحث
۱۰۸	۱—شیعہ اور عقیدہ تحریف قرآن
۱۳۰	۲—صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور شیعہ
۱۴۳	۳—شیعہ اور عقیدہ امامت
۱۴۹	۴—شیعہ اور قادینیوں میں فرق
۱۵۴	۵—مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تحقیق
۱۵۹	۶—حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی تحقیق
۱۶۰	۷—سنن ابی داؤد کے ایک رافضی راوی
۱۶۱	۸—خوارج کے بارے میں فقہائے کرام کی رائے
۱۶۴	۹—فقہائے کرام وغیرہ کا میدان
۱۶۶	۱۰—آخری گزارش

پیش لفظ

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ فرنگی تسلط کے زمانہ اور اس کے بعد برصغیر میں دینی خدمات اور تجدیدی کارناموں کے لیے اللہ تعالیٰ نے علماء دیوبند ہی کو منتخب فرمایا ہے، تعلیمی، تبلیغی، اصلاحی، جہادی اور سیاسی میدانوں اور مختلف شعبوں میں انہوں نے جو خدمات اور قربانیاں پیش کیں ان سے قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے دین اور شریعت کے کسی بھی شعبہ میں معمولی کمزوری اور اہل باطل کی طرف سے ذرا سا رخنے ڈالنے کو کبھی برداشت نہیں کیا۔ علماء دیوبند نامور شخصیات کی رہنمائی اور قیادت میں مختلف جماعتوں اور ناموں سے تقسیم کار کے طور پر دین کے تمام شعبوں میں اپنے فرائض اور خدمات سرانجام دیتے آرہے ہیں، ان جماعتوں میں ایک جماعت "جمعیت علماء اسلام پاکستان" ہے، جس کی سیاسی خدمات کی ایک تاریخ اور باب ہے، اس کا میدان اور محاذ ملکی اور پارلیمانی سیاست ہے، اور ایک اور جماعت "سپاہ صحابہ پاکستان" ہے، جو کہ صحابہ کرام کے دفاع میں لازوال قربانی رکھتی ہے، اگرچہ کچھ حالات کی وجہ سے یہ جماعت مختلف ناموں سے متعارف ہے لیکن اس کا اصل نام سپاہ صحابہ ہے۔ دونوں جماعتوں کے منشور اور ابتدائی طریقہ کار سے بخوبی یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تقسیم کار کے اعتبار سے دونوں کا میدانِ عمل الگ الگ ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ جب دو جماعتوں یا شخصیات کا دائرہ کار اور میدانِ عمل الگ الگ ہو تو دونوں اگر ایک دوسرے کی حلیف اور معین نہ ہوں تو خلیف اور مدِّ مقابل بھی نہیں ہوتیں۔ ماضی میں جمعیت علماء ہند اور امام اہل سنت والجماعت حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ کی جماعت کا دور اور تاریخ ہمارے سامنے ہے، کہ یہ دونوں جماعتیں کبھی بھی ایک دوسری

کی مد مقابل جماعتیں نہیں رہیں، بلکہ موقع بموقع ایک دوسری کی معاون اور مؤید رہی ہیں۔ سپاہ صحابہ کے ابتدائی ایام میں بھی یہی تسلسل نظر آتا ہے، لیکن اس کے بعد پھر ان دونوں میں شدید اختلاف شروع ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے، یہ کیوں؟ یہ سوال بندے سے کلاس میں اور باہر بھی طلبہ کرام کرتے رہے، اس وقت طلبہ کو خاموش کرانے کے لیے بندہ مختصر جواب دینے پر اکتفاء کرتا رہا، لیکن کافی عرصے سے دل و دماغ میں اس کے تفصیلی جواب دینے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، اس لیے اس کتاب کے پہلے باب میں اس سوال کا تفصیلی جواب دیا گیا ہے، اور اپنی بساط اور رائے کے مطابق اختلاف کے دس اسباب بتائے گئے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ قارئین کرام ان تمام اسباب سے متفق ہوں، البتہ یہ امید ضرور ہے کہ اس تحریر سے ان شاء اللہ ان کو اس باب کے متعلق غور و فکر، تبصروں اور تجزیوں کے لیے ایک لکیر اور روشنی مہیا ہوگی۔

اس طرح متحدہ مجلس عمل بننے کے بعد جمعیت علماء اسلام پر شیعوں سے اتحاد کا اعتراض کیا جا رہا ہے، جس سے مقصود یہ تاثر دینا ہے کہ شیعوں سے اتحاد صرف جمعیت کی خصوصیت ہے، اور خصوصاً اُس نوجوان نسل جس کو تاریخ اور حالات سے آگاہی کا زیادہ ادراک نہیں، کو جمعیت سے بدظن کرنے کے لیے اس اعتراض کو بطور ہتھیار استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس لیے شیعوں سے اتحاد کے تاریخی جائزہ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، تو اس کتاب کے باب دوم میں اس بات کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا، اور دلائل اور حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کم از کم دس ایسے مختلف ادوار اور مواقع ہیں جن میں ہمارے اکابر نے شیعوں سے اتحاد کیا ہے، بلکہ خود سپاہ صحابہ کی جماعت نے بھی کئی مواقع پر شیعوں سے اتحاد کر کے اس عمل کا ارتکاب کیا ہے۔

تیسرا اہم اور بنیادی مسئلہ جو ہے وہ علی الاطلاق شیعوں کی تکفیر کا ہے، اس بارے

میں ہمارے اکابر کی دورائے اور فتوے رہے ہیں، ایک طرف امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی صاحب^۲ اور ان کے ہمنواد یگر اکابر کا فتویٰ علی الاطلاق تکفیر کا تھا، اور دوسری طرف مفتیان دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ تھا، جس میں یہ تفصیل تھی کہ جو شیعہ کفریہ عقائد کا معتقد اور قائل ہوں وہ کافر ہیں، اور جو اس طرح عقائد کے قائل نہ ہوں ان پر کفر کے فتویٰ لگانے سے احتراز کیا جائے، اور استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے بقول یہ طریقہ کار بیشتر اکابر علمائے دیوبند بلکہ چودہ سو سال سے جمہور اور اکثر علمائے اہل سنت کا رہا۔^(۱)

لیکن حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب^۲ کے مرتب کردہ سوالات اور ان کے جوابات منظر عام پر آنے اور سپاہ صحابہ بننے کے بعد جمہور علمائے دیوبند کا یہ فتویٰ اور موقف پردہ خفا میں چلا گیا، اور جذبات کا ایسا ماحول پیدا کیا گیا کہ اس فتوے کے مطابق اپنی رائے کا اظہار کرنا جوئے شیر لانے کا مترادف رہا، اس لیے کہ جذبات کے ماحول میں معقول بات بھی سمجھنا مشکل بن جاتا ہے، یہاں تک کہ نعرے لگائے گئے کہ "جو نہ مانے وہ بھی کافر"۔ بہر حال اکابر علمائے دیوبند کی مذکورہ رائے اور فتوے سے بھی عام حضرات اور خصوصاً جوان طبقے کو آگاہ کرنا بندہ کے خیال میں ایک لازمی امر تھا، اور یہ موضوع طلب تفصیل بھی تھا، اس لیے کتاب کے آخری چار ابواب میں مختلف زاویوں اور پہلوؤں سے مدلل انداز میں اس مسئلے کی وضاحت کی گئی۔

اپنے اس مدعی پر اکابر علمائے دیوبند خصوصاً دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کی منصب صدارت پر فائز رہنے والے مفتیان حضرات: حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب^۲، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب^۲، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی^۲ اور حضرت مفتی

(۱) فتاویٰ عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، ج ۱ ص ۹۷، ۹۸، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ط ۲۰۰۷ء

نظام الدین اعظمی صاحبؒ۔ جن کے فتوے کتابیں شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ کے فتوؤں کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کے متعلق دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام کا موقف علی الاطلاق تکفیر کا نہیں رہا، بلکہ تفصیل اور تجزی کا رہا۔

میں یہ عرض بھی کرتا چلا جاؤں کہ ان معروضات سے مقصود سپاہ صحابہ کی ضرورت اور خدمات سے انکار نہیں، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان کا دفاع اور ان کی عظمت کا بیان اہم دینی فرائض اور ضروری امور میں سے ہے جس کے لیے ہر وقت مستعد اور رجال کار افراد کی ضرورت ہے۔ اس میں بھی شک نہیں ہونا چاہیے کہ اس میدان میں کام کرنا اور اہل باطل کے حربوں کو دفع کرنا جہاد سے کم نہیں، اس میدان میں اکابر علماء دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فقیہ النفس حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ، محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ سے لے کر حضرت مولانا دوست محمد قریشیؒ، حضرت مولانا نور الحسن شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ، حضرت مولانا عبدالستار تونسویؒ، حضرت مولانا محمد نافع صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ تک اور دیگر کئی اکابر کی تحریری اور عملی خدمات کا ایک روشن باب ہے۔ تاہم ان اکابر کے طریقہ کار کو سامنے رکھتے ہوئے یہ چند امور عرض کرنا ضروری ہے: ۱۔ کہ ان اکابر نے اس میدان میں کام کرتے ہوئے اپنی سیاسی جماعتوں کے خلاف محاذ قائم کرنے اور ان کی مد مقابل ہونے سے احتراز کیا ہے۔ ۲۔ ان اکابر نے اس میدان اور کام کے متعلق مختلف اور مخالف موقف رکھنے والوں کا بھی احترام کیا۔ ۳۔ جو ہمارے اکابر طرہ امتیاز رہا وہ وصف اعتدال ہے،

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تو دیوبندیت کا مفہوم یوں بیان فرما رہے ہیں: "دیوبند کوئی جداگانہ مذہب نہیں، بلکہ قرآن و سنت کی صحیح تعبیر و تعمیل کا، اور رفض و خروج، اعتزال و ظاہریت، تقلید و عدم تقلید، بزرگان سلف کے اتباع و انکار کے مختلف مسلکوں میں سے ایک معتدل مسلک کا نام دیوبند ہے"۔^(۱)

اور یہی وصف اعتدال قرآنی احکام اور تعلیمات میں سے ہے، ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلشَّهَادَةِ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾^(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کسی غزوہ اور جہاد کے لیے لشکر ارسال فرماتے، جو کہ ایک جذباتی مقام اور ماحول ہوتا ہے، تو اس موقع پر بھی مجاہدین کے جذبات کو کنٹرول کرنے کے لیے بڑی تاکید سے کچھ احکام فرماتے، جن میں یہ حکم بھی تھا کہ دشمن کی عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور عبادت گزاروں کے قتل سے احتراز کیا جائے، یہ سب امور اُس وصف اعتدال کو بجالانے کے لیے تھے۔

بہر حال اس کتاب لکھنے سے مقصود کوئی مناظرانہ بحث و مباحثہ نہیں، بلکہ اکابر کے طریقہ کار اور موقف کو دعوت کی نیت سے سادہ اور ٹوٹے پھوٹے مضمون میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی، امید ہے کہ انصاف کی نظر سے دیکھنے والے حضرات اگر بغور مطالعہ کریں تو ان کو ان شاء اللہ اکابر کے طریقہ کار سے واقفیت کا ایک راستہ مل جائے گا، باقی ضد اور تعصب کا کوئی علاج نہیں۔ اگرچہ اس کتاب کی اشاعت اور منظر عام پر آنے

(۱) نقوش و تاثرات، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۹۷۶ء، ص ۸۲، ادارۃ المعارف کراچی، ط ۱، مجالس مفتی اعظم، مرتب مفتی عبدالرؤف سکھروی، ص ۵۹۵، ۵۹۶، ادارۃ المعارف کراچی، ط ۱۹۹۹ء

(۲) (المائدہ: ۸)

سے کئی احباب کو شکوہ ہو سکتا ہے، اور کچھ کی طرف سے مختلف طعنوں کی بارش بھی ہو سکتی ہے، خصوصاً سوشل میڈیا کے دورِ حاضر میں، لیکن پھر بھی ﴿وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ پر عمل کرتے ہوئے اس کتاب کے شائع کرنے کا عزم کیا۔ اس وضاحت کے ساتھ کہ اس کتاب سے مقصود نہ شیعوں کی وکالت ہے اور نہ طرف داری، بلکہ اپنے اکابر اور جمہور علماء کے موقف کو مدلل انداز میں ظاہر اور پیش کرنا ہے، اس کے باوجود بھی اگر کوئی اس طرح کا اعتراض کرتا ہے تو وہ اس کی ذہنیت کی عکاسی تو ہو سکتی ہے لیکن حقیقت سے اس کے دور کا واسطہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس تحریر کو شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اس میں جو کمی بیشی ہو اس سے درگزر فرمائیں، آمین۔

انداز بیان گرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات
﴿إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

طالب دعا محمد اسحاق باجوڑی غفرلہ الباری

فون: 0300-2647795

یکم ربیع الاول ۱۴۴۵ھ / ۱۸ ستمبر ۲۰۲۳ء

باب اول: اختلافات کے اسباب

پہلا سبب: سپاہ صحابہ کو سیاسی انتخابی جماعت بنانا

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجمن سپاہ صحابہ کے بانیان نے کچھ خاص عقائد کے تحفظ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دفاع کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس تنظیم کو وجود اور قیام عمل میں لایا تھا، اس کے بانی امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ کی تصریحات اور تقاریر سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے مجلس ختم نبوت کی طرح خالص مذہبی رنگ میں شیعیت اور خمینیت کا مقابلہ کرنا چاہا، اور انہوں نے تمام جماعتوں کے قائدین اور اراکین کو ساتھ دینے کی دعوت دی جو اس پروگرام میں ان کا ہم خیال ہوں، چاہے سیاسی طور پر ان کا کسی بھی جماعت یا مسلک سے تعلق ہو۔ یہی وجہ تھی کہ ابتدا میں ان کے ساتھ مختلف مسالک دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور سیاسی جماعتوں کی شخصیات اور اراکین اس تنظیم میں شامل اور عہدہ دار بھی رہے ہیں، خود جمعیت علماء اسلام کے کئی حضرات ان کے دست بازو بنے۔ انہوں نے اپنے بیانات میں بارہا یہ وضاحت کی ہے کہ میری سیاسی جماعت جمعیت علماء اسلام اور میرے قائد مولانا فضل الرحمن صاحب ہیں، ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں سپاہ صحابہ کے قیام کے باوجود انہوں نے جمعیت علماء اسلام کے ٹکٹ اور نشان پر انتخاب میں حصہ لیا۔ ان کے بعد حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے بھی سپاہ صحابہ کو سیاسی انتخابی جماعت بنانے سے گریز کیا، اور جمعیت علماء اسلام جھنگ کی قیادت کے مشورے سے انہوں نے جمعیت علماء اسلام درخواستی گروپ سے انتخاب میں حصہ لیا جو

اس وقت ائی، جی، ائی میں مسلم لیگ وغیرہ جماعتوں کے اتحادی جماعت تھی، اور اس اتحاد سے وہ رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ان کی شہادت کے بعد مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے انتخاب میں آزاد حیثیت سے حصہ لیا، ابتدا میں ان کے لیے یہ مشکلات اور دقتیں تھیں کہ مقامی جماعت اور علماء پوری طرح ان کے ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں تھے، اس لیے کہ اس وقت وہ کراچی کے باشندہ تھے، لیکن ان کے جلسوں میں قائد جمعیت نے شرکت کر کے ان کے لیے انتخابی مہم میں حصہ لیا، اور بڑی جوشیلی اور پر مغز سیاسی تقریریں کیں جو آج بھی ریکارڈ پر موجود ہیں، ان تقاریر میں انہوں نے یہ اُمید اور اپنا نقطہ نظریہ بیان کیا تھا کہ جیسے مولانا کامیاب ہو جائیں گے وہ جمعیت ہی کے ساتھ دیں گے، اس انتخاب میں مولانا اعظم طارق صاحب کامیاب ہوئے، لیکن کامیابی کے بعد کچھ دنوں کے بعد ساتھ دینے کے بجائے جمعیت کے خلاف سرگرم ہوئے اور بالآخر انجمن سپاہ صحابہ کو سیاسی انتخابی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا، جو اختلاف کے ایک بنیادی اور اساسی سبب بنا۔

یہ فیصلہ نہ صرف انجمن سپاہ صحابہ کے بانی کے نقطہ نظر کے خلاف تھا، بلکہ جمعیت سے اختلاف کے ساتھ ساتھ خود اس جماعت کے مقاصد اور کام میں اس طور پر نقصان دہ ثابت ہوا کہ دوسرے مکتب فکر اور سیاسی جماعتوں کے اراکین بھی پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے، انتخابات کے میدان میں پھر وہ اپنی اپنی پارٹیوں کے ساتھ دینے کو ترجیح دینے لگے۔ بلکہ بعض دفع ایسے لوگوں اور ان کی پارٹیوں سے انتخابی معرکوں میں مقابلے بھی ہونے لگے۔ اور حضرت مولانا حق نواز شہیدؒ جیسے چاہتے تھے کہ یہ مشن کسی طور پر ایک مسلک اور کسی ایک سیاسی جماعت کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ عام ہو جائے، جس طرح ختم نبوت کے مشن میں ہر مسلک اور مکتب فکر کے لوگ شامل رہے ہیں، لیکن مذکورہ

فیصلہ سے ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا۔ اس سے پہلے متحدہ ہندوستان میں اس طرح کی تحریکات پر نظر ڈالیں تو وہاں بھی ہمارے اکابر اور بزرگوں کا یہی عمل رہا ہے کہ ایک طرف بہت سے حضرات جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم اور جماعت سے سیاسی اور انتخابی میدان میں سرگرم عمل رہے، اور دوسری طرف حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی صاحب رافضیت کے خلاف اور دفاع صحابہ کے مشن پر گامزن تھے، لیکن کبھی انہوں نے اپنی جماعت کو سیاسی انتخابی جماعت بنانے کی کوشش نہیں کی، اور نہ انہوں نے جمعیت علماء ہند کے خلاف کوئی سیاسی جماعت تشکیل دی تھی۔

بہر حال سپاہ صحابہ کا یہ انتخابی فیصلہ جماعت کی بنیادی مشن اور بانی کے نقطہ نظر کا بھی خلاف رہا، اور جمعیت سے اختلاف کا ایک بنیادی سبب بنا۔ اور آج بھی اگر یہ حضرات ایک بار پھر اپنے بنیادی نقطہ نظر کی طرف لوٹ آئیں اور انتخابی سیاست سے کنارہ کشی کا اعلان کریں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ نہ صرف اختلاف میں کمی آئے گی، بلکہ اس مشن میں جمعیت کے بہت سے حضرات ان کے معاون اور حلیف بنیں گے۔

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ آخر وقت تک جمعیت علماء اسلام پنجاب کے نائب امیر رہے، ان کی شہادت پر اخبارات میں "انجمن سپاہ صحابہ پاکستان کے سرپرست اعلیٰ اور جمعیت علماء اسلام کے ممتاز رہنما" جیسے الفاظ سے ان کے قتل کی خبریں شائع ہوئیں۔^(۱)

اسی طرح انہوں نے انجمن سپاہ صحابہ کی بنیاد رکھنے کے بعد سب سے پہلے ضلع جھنگ میں جب "آل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس" کے نام سے ایک بڑا جلسہ منعقد کیا، تو اس

(۱) روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۳ فروری، ۱۹۹۰ء، روزنامہ جنگ لاہور، ۲۳ فروری، ۱۹۹۰ء،

میں نہ صرف جمعیت کے کارکنان نے شرکت کی بلکہ مرکزی اور صوبائی قیادت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب^۱، قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب اور مولانا امیر حسین شاہ گیلانی صاحب^۲ وغیرہ حضرات نے بھی خصوصی طور شرکت فرمائی تھی۔^(۱)

پھر امیر عزیمت^۳ کی شہادت اور صوبہ پنجاب اور خصوصاً ضلع جنگ کے فسادات اور امن خراب ہونے کے متعلق جمعیت کی مرکزی عاملہ کا اجلاس مدرسہ علوم شریعہ جھنگ میں زیر صدارت حضرت مولانا خواجہ خان محمد^۴ منعقد ہوا، اور اس صورت حال کے متعلق اس وقت کے صدر جناب غلام اسحاق خان سے قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب اور حافظ حسین احمد صاحب نے اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف صاحب سے مولانا امیر حسین شاہ گیلانی صاحب^۵ نے ملاقاتیں کیں، جس کی وجہ سے اہل سنت کے ناحق گرفتار ہونے والے کئی قائدین اور اراکین جیل سے باہر آ گئے۔ اور جھنگوی صاحب^۶ کے قتل کے چاروں ملزموں کو پکڑ کر کے خصوصی تفتیشی ٹیموں کے حوالے کر دیا گیا۔^(۲)

بہر حال ہمارا مدعی یہ ہے کہ سپاہ صحابہ کی بنیاد بطور سیاسی جماعت نہیں رکھی گئی تھی، اس کے بانیان کی سیاسی جماعت جمعیت علماء اسلام ہی تھی، اس بات پر واضح دلیل مناظر اسلام حضرت مولانا علی شیر حیدری صاحب شہید^۷ کی وہ گفتگو ہے جو انہوں نے ایک بیان میں فرمائی تھی، اس میں انہوں نے واضح اور صاف الفاظ میں اس بات کا اقرار فرمایا ہے کہ سپاہ صحابہ سیاسی جماعت نہیں ہے، اور میرا سیاسی تعلق اور سیاسی جماعت جمعیت

(۱) سوانح حیات امیر عزیمت پاسبان ناموس صحابہ مولانا حق نواز شہید^۸، ص ۱۱۰، ۱۱۱، مولانا محمد ضیاء

القاسمی متوفی ۲۰۰۰ء، مکتبہ قاسمیہ فیصل آباد، ط ۱۹۹۱ء

(۲) حوالہ بالا، ص ۳۶۹، ۴۱۳

علماء اسلام ہی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: ”آپ کا تعلق چاہے جس جماعت سے، میں نہیں جانتا، میرا تعلق سپاہ صحابہ سے ہے، کھلی بات کرتا ہوں سپاہ صحابہ سیاسی جماعت نہیں ہے، نہیں ہے، نہیں ہے۔ ہمارے فارم پہ لکھا ہوا ہے ”آپ کا تعلق کس سیاسی جماعت سے ہے“ اس کا مطلب ہے اجازت ہے جس سے بھی ہو، اور میں کھل کر کہتا ہوں میرا سیاسی تعلق جمعیت علماء اسلام سے ہے۔“^(۱)

ایک دوسرے بیان میں حضرتؒ فرماتے ہیں: ”اور اس وقت کھلے دل سے کہتا ہوں کہ اللہ نے توفیق دی اور کام لیا، مولانا فضل الرحمان نے اپنے اسلاف کی یاد تازہ کرتے ہوئے مفتی محمود کے صحیح جانشین ہونے کا حق ادا کیا۔ باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جس جرأت کا مظاہرہ کیا ہے، ہم ان کی جرأت کو سلام کرتے ہیں۔“^(۲)

دوسرا سبب: تکفیر شیعہ کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے فتوؤں کو نظر انداز کرنا

چوں کہ برصغیر میں ہمارے سیاسی اور مذہبی نظریات کا مرجع اور اساس دارالعلوم دیوبند اور اس کا معتدل موقف اور منہج ہے، راقم سطور کے خیال میں کسی بھی مسئلے میں اگر ہمارے اکابر کے درمیان رائے اور موقف میں اختلاف پیدا ہو تو اس کے حل کے لیے دارالعلوم دیوبند کے موقف کو ترجیح اور سامنے رکھنا چاہیے، دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ اور موقف شیعہوں کے بارے میں علی الاطلاق کفر کا نہیں رہا، جس کی تفصیل

(۱) خطبات حیدری، مرتب مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی، ج ۱ ص ۲۰۰، خلافت راشدہ اکیڈمی سندھ،

آگے آخری ابواب میں آرہی ہے۔

اب جمعیت اور سپاہ دونوں دارالعلوم دیوبند کے نظریات کی دعویٰ دار جماعتیں ہیں، لیکن جذبات سے ہٹ کر اگر ہم ایک لمحہ کے لیے سوچ اور غور فکر کریں تو ہمیں دونوں جماعتوں میں سے دارالعلوم دیوبند کی قربت اور اعتماد جمعیت ہی کو حاصل ہوتا ہوا نظر آئے گا، جس کی واضح دلیل یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور جمعیت علماء ہند کی دہلی کانفرنسوں میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب بطور مہمان خصوصی مدعو رہے ہیں، اسی طرح پاکستان میں جمعیت کے زیر اہتمام "خدمات دارالعلوم دیوبند" اور "صد سالہ" کانفرنسوں میں دارالعلوم دیوبند کے مستتمین، اساتذہ کرام اور قائدین جمعیت علماء ہند پھر پور شرکت فرما چکے ہیں۔ لہذا جمعیت علماء اسلام بحیثیت جماعت دارالعلوم دیوبند اور جمعیت علماء ہند کا اساسی موقف سے ہٹنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہے، اور جو بھی اس کے خلاف موقف اپنائے گا جمعیت کا ضرور اس سے اختلاف رہے گا۔

تیسرا سبب: جمعیت سے مولانا اعظم طارقؒ اور مولانا خلیفہ عبدالقیومؒ کی ذاتی رنجش

جمعیت اور سپاہ میں اختلافات کی تاریخی پس منظر پر نظر دہرائیں تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ ان دونوں جماعتوں میں اختلافات کے عروج حضرت مولانا اعظم طارقؒ شہیدؒ کی قیادت کے زمانہ سے شروع ہوا اور ساتھ حضرت مولانا خلیفہ عبدالقیوم صاحبؒ کے مرکزی عہدیدار بننے کے بعد بھی اختلاف میں کمی کے بجائے اضافہ ہوتا رہا۔ چوں کہ ان دونوں کے علاوہ سپاہ کے جو مرکزی رہنما رہ چکے ہیں جیسے مولانا حق نواز شہیدؒ، مولانا ضیاء القاسمیؒ، مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ، اور مولانا ضیاء الرحمان فاروقی شہیدؒ، سپاہ صحابہ بننے سے

پہلے ان سب کا نہ صرف جمعیت سے تعلق رہا، بلکہ اہم عہدیدار بھی رہے ہیں، خود مولانا حق نواز شہید^{۲۶} سپاہ صحابہ بننے کے باوجود جمعیت پنجپ کے نائب امیر رہے، اس لیے جمعیت سے اختلاف کے حوالے سے یہ حضرات سرگرم نہیں تھے، بلکہ انہوں نے جمعیت سے اپنے تعلقات کسی حد تک باقی رکھ گئے۔ جبکہ مولانا اعظم طارق شہید^{۲۷} سپاہ صحابہ بننے سے پہلے اپنی ایک الگ جماعت بنام ”جمعیت نوجوانان اہل سنت“ بنا چکے تھے جو بعد میں سپاہ صحابہ میں ضم کر دی، جمعیت سے ان کا ایسا کوئی خاص تعلق نہیں رہا، اس لیے ان کی قیادت کے ادوار میں جمعیت سے سپاہ کا اختلاف عروج پر پہنچا، اور اس کی ایک وجہ راقم کے خیال میں یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے سوتیلے والد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب^{۲۸} حضرت مفتی محمود صاحب^{۲۹} کے زمانہ میں جمعیت کراچی کے اہم رہنما تصور کیا جاتے تھے، ان کی واحد نشست تھی جو جمعیت نے کراچی سے جیتی تھی، لیکن بعد میں کسی وجہ سے ان کو جماعت سے الگ ہونا پڑا، اور جمعیت کے ناقدین اور مخالفین کی صف میں کھڑے ہو گئے، مولانا اعظم طارق صاحب^{۳۰} ان کی قربت میں رہے، تو ان کے سوتیلے والد کا جمعیت سے اختلاف کے اثرات حضرت مولانا اعظم طارق صاحب^{۳۱} پر پڑے، جو آگے جا کر جمعیت کے خلاف ایک محاذ کھولنے میں تبدیل ہوا۔ اسی طرح مولانا خلیفہ عبدالقیوم صاحب^{۳۲} چوں کہ ڈیر اسماعیل خان کے تھے، تو غالب گمان یہ ہے کہ علاقائی طور پر ان کا جمعیت سے رنجش اور اختلاف رہا ہوگا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ غیر شعوری طور پر بڑی کامیابی کے ساتھ ان دونوں حضرات نے سپاہ صحابہ کو اپنی ذاتی رنجش اور اختلافات کی بھینٹ چڑھایا، اور جمعیت کے خلاف ایک محاذ میں لا کر کھڑا کر دیا۔

چوتھا سبب: انتخابات میں قیادت کا مقابلہ

اختلافات کے اسباب میں سے ایک سبب قیادت کے خلاف انتخابی معرکہ میں حصہ لینا اور مقابلہ کرنا ہے، اس سلسلے میں ایک سیٹ ڈیرہ اسماعیل خان اور دوسری سیٹ جھنگ کی ہے، پہلی سیٹ جمعیت کی قیادت اور دوسری سپاہ کی قیادت کا انتخابی حلقہ سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے علم اور معلومات کے مطابق جمعیت علماء اسلام نے اب تک جھنگ کی قومی سیٹ پر سپاہ کے قائدین کے خلاف نہ اپنا امیدار کھڑا کیا ہے، اور نہ کسی مخالف امیدار سے اتحاد کیا ہے، حتیٰ کہ متحدہ مجلس عمل کے اتحاد کے دوران اس سیٹ پر مقابلہ کرنے کی بعض اتحادیوں کی چاہت تھی، لیکن قائد جمعیت نے اس طرح کے فیصلے کرنے سے احتراز کیا۔ اس کے برخلاف ڈیرہ اسماعیل خان کی سیٹ پر سپاہ نے ایک دودفع خود بھی اپنے امیدوار کھڑا کر کے مقابلہ کیا ہے، اور ۲۰۰۸ء کے الیکشن میں پیپلز پارٹی سے اتحاد کر کے قومی سیٹ پر پیپلز پارٹی کے فیصل کنڈی اور صوبائی سیٹ پر مولانا خلیفہ عبد القیوم صاحب کی حمایت کا فیصلہ ہوا تھا۔ پھر مولانا فضل الرحمن صاحب کے خلاف مہم میں پیپلز پارٹی کے ساتھ سپاہ کے سرپرست حضرت مولانا خلیفہ عبد القیوم صاحب نے بھرپور حصہ لیا تھا، اور یہ نعرہ لگایا تھا کہ "چھوٹا ووٹ فقیر کا اور بڑا ووٹ ہے تیر کا"۔

پانچواں سبب: عوامی جلسوں میں قیادت پر تنقید

اختلاف کے اسباب میں سے ایک سبب عوامی جلسوں میں قیادت کا نام لے کر اس پر تنقید کرنا بھی ہے، اب جب ایک قائد عوامی جلسوں میں دوسری جماعت کی قیادت کا نام لے کر اس پر تنقید کرے تو ضرور کارکنان کی حد تک اس کا اثر اور تاثر اچھا نہیں جائے گا، بلکہ ان کے ذہنوں میں اس کے خلاف نفرتیں ابھریں گی۔ میں یہاں پر عام

حضرات کی بات نہیں کروں گا، اس لیے کہ اس میں دونوں طرف سے زیادتی پائی جاسکتی ہے، بلکہ مرکزی قائدین کی بات کروں گا، بندہ کے علم میں ایسی ایک مثال بھی ملنا مشکل ہے جس میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمن صاحب نے عوامی جلسے میں سپاہ صحابہ کے کسی قائد کا نام لے کر ان پر تنقید کی ہو، لیکن دوسری طرف سپاہ صحابہ کے قائدین حضرات مولانا اعظم طارق شہیدؒ سے لیکر مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب تک کی کئی مثالیں اور تقاریر مل سکتی ہیں جن میں انہوں نے مولانا صاحب کا نام لے کر عوامی جلسوں میں ان پر بر ملا تنقید کی ہے۔

بہر حال اختلافات کم کرنے اور قربت پیدا کرنے کے لیے اختلافات کو اپنی حدود میں رکھ کر کم از کم عوامی جلسوں میں ایک دوسرے پر تنقید کرنے سے گریز کرنا لازمی ہے، خصوصاً قائدین کی طرف سے تو اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔

چھٹا سبب: قیادت کا آپس میں رویوں کا اثر

اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ قیادت کے آپس کے تعلقات اور رویوں سے قربت اور دوری دونوں پیدا ہو سکتی ہیں، اور سیاسی طور پر اس کے ظاہر ہونے کا اندازہ ایک دوسری سے ملاقاتوں اور ایک دوسرے کے پروگراموں اور جلسوں میں شرکت سے ہو سکتا ہے، آئیں اس پر بھی ہم تھوڑی سی روشنی ڈالتے ہیں، میں مولانا حق نواز جھنگویؒ کے وقت کی مثال نہیں دوں گا، اس لیے کہ اس وقت دونوں طرف سے خوشگوار تعلقات تھے، بلکہ اختلاف کی ابتدا اور عروج کے دور کی مثالیں پیش کرنا چاہوں گا، وہ یہ کہ یہ مثال تو آپ کو ملے گی کہ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب نے سپاہ صحابہ کے قائد حضرت مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے الیکشن مہم کے جلسے میں

شرکت کر کے ان کے لیے جھنگ کے عوام اور علماء سے ووٹ کا مطالبہ کیا تھا، آج بھی وہ تقریر ریکارڈ پر موجود ہے۔ جبکہ دوسری طرف ہمارے علم میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے کہ سپاہ صحابہ کے قائد مولانا اعظم طارق شہیدؒ نے کبھی مولانا صاحب کے الیکشن مہم میں حصہ لیا ہو۔ اسی طرح جب مشرف کے دور میں مولانا اعظم طارق شہیدؒ جیل میں تھے، اور ناروا سلوک پر بھوک ہڑتال جاری رکھی تھی، تو مولانا صاحب نے اس پر آواز اٹھا کر خود ان کے پاس جیل میں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور ان کی بھوک ہڑتال ختم کرانے میں کردار ادا کیا۔

مولانا اعظم طارق صاحبؒ کے الیکشن مہم میں قائدین جمعیت کی شرکت کا ذکر خود مولانا اعظم طارق صاحبؒ نے یوں بیان فرمایا ہے: "یکم مارچ کو الیکشن میں میری حمایت کے لیے قائد جمعیت علماء اسلام مولانا فضل الرحمان صاحب جھنگ تشریف لائے، اور ریل بازار کے عظیم الشان جلسہ سے خطاب کیا۔ ان حضرات کی آمد سے عوام کے حوصلے اور بلند ہو گئے، اور الیکشن کی گہما گہمی اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ گھر گھر سپاہ صحابہ کے حق میں طاہر جھنگوی کے ترانے گونجنے لگے۔ ۲ مارچ کو آخری جلسہ میں شرکت کے لیے بلوچستان کے صوبائی وزیر مولانا عبدالغفور حیدری صاحب بھی جھنگ پہنچ گئے، اور انہوں نے جھنگ سٹی کے جلسہ میں خطاب فرمایا۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان اور مولانا عبدالغفور حیدری کی آمد سے وہ پروپیگنڈہ بھی دم توڑ گیا جس کے ذریعہ یہ تاثر دیا جا رہا تھا کہ جمعیت علماء اسلام کا یہ گروپ سپاہ صحابہ کی حمایت نہیں کر رہا ہے۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دینی جماعتوں کا سیاست کے میدان میں اترنا اس مقصد کے لیے ہے کہ یہ ملک اسلام کا گہوارہ بن جائے، جمعیت

پاکستان کو ایک مکمل اسلامی سٹیٹ بنانا چاہتی ہے، انہوں نے کہا کہ ہم نظام کی تبدیلی چاہتے ہیں، صرف نام کی تبدیلی پر یقین نہیں رکھتے"۔^(۱)

یہ بات بھی واضح ہونی چاہیے کہ اس وقت مولانا اعظم طارق صاحب کو کئی بڑی مشکلات کا سامنا تھا، ایک تو یہ کہ وہ جھنگ میں نو وارد تھے، اور ساتھ یہ کہ حضرت مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ مسلم لیگ کی حمایت سے جیتے تھے، اس دفع مسلم لیگ نے اپنا مضبوط امیدوار میدان میں اتارا تھا، مرکز اور پنجاب میں اس کی حکومت بھی بنی تھی، اور تیسری مشکل یہ کہ مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کے بھائی مولانا اقبال قاسمی صاحب مولانا اعظم طارق صاحب کے مخالف ہو گئے تھے، حتیٰ کہ وہ اپنے طور پر کاغذات نامزدگی داخل کرانے کی کوشش میں تھے۔^(۲)

لیکن قائدین جمعیت نے الیکشن مہم میں پر زور حصہ لیا جس کی وجہ سے ان کے لیے حالات سازگار اور بہتر ہوئے۔ اس وقت تک جھنگ میں جمعیت اور سپاہ کے اراکین کی اکثریت مولانا اعظم طارق صاحب کے بجائے مولانا فضل الرحمن صاحب کی بات کو زیادہ وزن دیتی تھی، یہاں تک کہ جب مولانا ایثار القاسمی صاحبؒ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد جھنگ کے چار جید علماء کرام مولانا سید صادق حسین شاہ، مولانا رشید احمد مدنی، قاری حذیفہ، مولانا حبیب الرحمن سمیت حاجی عزیز الرحمن کو شہید کر دیا گیا، جو مولانا حق نواز شہید کے بعد جھنگ میں علماء دیوبند کا یہ بھی بہت بڑا نقصان تھا، ان کے جنازہ

^(۱) میرا جرم کیا ہے؟، ص ۱۰۰، ۱۰۱، مولانا محمد اعظم طارق شہید ۲۰۰۳ء، جامع حق نواز شہید جھنگ

صدر، ط ۲۰۰۳ء

^(۲) حوالہ بالا، ص ۹۴، ۹۵

میں مولانا فضل الرحمان صاحب اور مولانا اعظم طارق صاحب دونوں شریک تھے، تو ایف۔ آئی۔ آر کے درج کرانے کے طریقہ کار میں مولانا فضل الرحمن صاحب اور مولانا اعظم طارق صاحب کا اختلاف ہوا، تو وہاں کی مقامی قیادت نے قائد جمعیت کی بات پر عمل کر کے ایف۔ آئی۔ آر درج کرایا، جس پر مولانا اعظم طارق صاحب کو شکوہ بھی تھا کہ مولانا صاحب کو یہاں کے مقامی حالات کا علم نہیں، پھر ان کی رائے کے مطابق ایف۔ آئی۔ آر درج کرنا مناسب نہیں۔ چنانچہ وہ خود اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: "اس واقعہ کی ایف۔ آئی۔ آر درج کرانے کے لیے جب مشورہ ہوا تو قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان صاحب اور ان کے رفقاء نے جھنگ کے حالات کو نہ جانتے ہوئے ہمارے پر زور اصرار کے باوجود اپنی ضد پورا کیا اور اپنی مرضی سے ایسی ایف۔ آئی۔ آر درج کرائی جس کے نتیجے میں پورا مقدمہ کمزور ہو گیا"۔^(۱)

قائدین جمعیت کی مولانا اعظم طارق صاحب کی پر زور حمایت اور جلسوں میں آمد اسباب کی دنیا میں ان کے کامیاب ہونے کا ایک بڑا سبب تھا، لیکن یہی حمایت آگے جا کر ان قائدین کے لیے ایسا درد سر بنی کہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے ہاتھ سے نکل گیا، اور جمعیت کے خلاف اپنے ہم مسلک اور جماعت کا ایک ایسا گروپ سامنے آیا جس نے نہ صرف مخالفت کا جھنڈا ہاتھ میں لیا، بلکہ پروپیگنڈہ کا علم بھی بلند کیا، اور اس حمایت کے نتیجے نے ان قائدین کی مولانا اعظم طارق صاحب سے جو امیدیں وابستہ تھیں ان پر ایسا پانی پھیر دیا گیا جس کی وجہ سے ان امیدوں کا دوبارہ توقع کرنا ایک حد تک عبث معلوم ہوا۔ اس لیے کہ مولانا اعظم طارق صاحب کی اپنی صلاحیت کا اگرچہ انکار نہیں

لیکن دراصل پارلیمنٹ میں پہنچنا ان کے عروج کا سبب بنا جس کے بعد سپاہ صحابہ کے باقی تمام قائدین کے برخلاف انہوں نے جمعیت کو اپنے نشانہ پر رکھا اور پارلیمنٹ کے ممبر بننے کے سبب ان کا یہ نشانہ کچھ مؤثر بھی رہا۔ اور افسوس اس بات پر بھی ہے کہ اس حمایت کے باوجود انہوں نے جمعیت کے لیے جماعت اسلامی (جس کے دستور میں صحابہ کرام کے معیار حق نہ ہونے کا دفعہ شامل ہے) جیسا رویہ بھی اپنائے نہیں رکھا، انہوں نے جمعیت کو جس طرح تنقید کے نشانہ پر رکھا اس طرح جماعت اسلامی کو نہیں رکھا۔ اور آخر میں دنیا سے رخصت ہونے سے کچھ عرصہ پہلے وزیراعظم کے انتخاب میں بھی انہوں نے مولانا صاحب کے مقابلے میں پرویز مشرف کے نامزد امیدوار ظفر اللہ خان جمالی صاحب کی حمایت کی۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ جمعیت کی طرف سے ان کی حمایت کا صلہ سزا بھگتنے کی صورت میں جمعیت کو ملتا رہا۔

اور پھر یہ رویہ نہ صرف ان کے عام کارکنوں کی طرف، بلکہ ان کی نوجواں نسل اور ان کے زیر سایہ رہنماؤں کی طرف بھی خصوصی طور پر منتقل ہونے لگا، جس کی واضح مثال یہ ہے کہ ضلع ہنگو وغیرہ کے جلسوں میں مولانا معاویہ اعظم صاحب نے قائد جمعیت کے نام لے کر برملا تنقید کی ہے۔ دوسری طرف ہمارے علم کے مطابق مولانا صاحب کے صاحبزادے مفتی اسعد محمود صاحب کی طرف سے کوئی ایسی بات اب تک سامنے نہیں آئی ہے کہ کسی عام جلسوں میں انہوں نے سپاہ صحابہ کی قیادت کو نشانہ بنایا ہو۔

ساتواں سبب: کسی جماعت کی پکی نشست پر اس کو ہرانے کی کوشش

اختلاف اگر حدود میں رہے تو وہ زیادہ نقصان کا باعث نہیں بنتا، لیکن اگر نوبت اس حد تک پہنچ جائے کہ میں اگرچہ میں نہ جیت سکوں لیکن کم از کم دوسرے بھی

میری وجہ سے اپنی جیتی ہوئی نشست کھو بیٹھے تو یہ بھی میری کامیابی ہے، اس حد تک اختلاف کا جانا یقیناً باعث نقصان ہوگا۔ اس بارے میں اگر ہم تجزیہ کریں تو جھنگ کی نشست سپاہ صحابہ کی ایک قسم کی نشست سمجھی جاتی ہے، کئی بار وہ یہ نشست جیت چکی ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ اس میں قائدین جمعیت نے نہ کبھی سپاہ کے امیدوار کا مقابلہ کیا اور نہ ہرانے کی کوشش کی، بلکہ کسی حد تک جتنے میں کردار ادا کیا، یا کم از کم خاموش رہے، اس کے برخلاف ڈیرہ اسماعیل خان جمعیت کی ایک قسم کی نشست سمجھی جاتی ہے، اور کئی بار اس پر اس کو کامیابی حاصل رہی ہے، اس پر سپاہ صحابہ نے خود بھی مقابلہ کیا ہے اور مخالف امیدوار کا بھی ساتھ دیا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اس کے علاوہ پیپلز پارٹی زرداری دور حکومت میں جب گلگت میں انتخاب ہوا تو جمعیت نے اس میں اچھی پوزیشن حاصل کی، تین عام اور کچھ خاص نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ اس کامیابی نے دوسری جماعتوں کے علاوہ سپاہ صحابہ کو بھی حیرت میں ڈالا، اس لیے کہ اس کے قائدین اور اراکین تو یہ سمجھ رہے تھے کہ گلگت میں جمعیت سے زیادہ ہماری اکثریت ہے، حالاں کہ ان کو کسی ایک نشست پر بھی کامیابی کے کچھ آثار نظر نہیں آئے، اس لیے اگلے انتخابات میں اس کے قائدین نے حصہ لینے کی بھرپور کوشش کی، اور خصوصاً جمعیت کی جیتی ہوئی نشستوں پر بڑی جدوجہد شروع کی، مسلم لیگ کے دور حکومت میں ہونے والے انتخابات میں کئی دنوں تک سپاہ کے مرکزی قائدین جلسے کرتے رہے، اور ان جلسوں میں جمعیت ہی کو تنقید کا نشانہ بنایا ہوا تھا، اور وہاں کی سنی آبادی میں یہ پروپیگنڈہ عام کیا کہ جمعیت تو شیعوں کی اتحادی جماعت ہے، پھر انتخابات میں اگرچہ خود سپاہ صحابہ (راہ حق) مقابلے کے میدان اور دوڑ سے باہر رہی اور اس کے

امیدوار دوسرے تیسرے نمبر پر بھی نہ آ سکے، لیکن جمعیت کو ضرور نقصان پہنچایا، اور سابقہ جیتی ہوئی تین نشستوں میں سے دو نشستیں جمعیت کے ہاتھ سے نکل گئیں۔

آٹھواں سبب: اتحادی ہونے کے ناطے تنقید کا نشانہ بنانا

چوں کہ دو مختلف پارٹیوں اور جماعتوں کی اپنی اپنی سیاسی پالیسی ہوا کرتی ہے، اسی کو سامنے رکھنے کے بعد ہر جماعت میدان سیاست اور انتخاب میں اترتی ہے، ہر جماعت کسی بھی دوسری سیاسی جماعت سے اتحاد کرنے کا اختیار رکھتی ہے، کسی اور جماعت کو اس اتحاد پر اس طور معترض ہونا کہ اس کو اپنی مقابل پارٹی کی طرح ہر وقت تنقید کا نشانہ بنائے، سیاسی اصول کے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ ہر پارٹی اور جماعت اپنی پالیسی تشکیل دینے میں آزاد اور خود مختار ہوتی ہے۔ اس لیے اگر جمعیت علماء اسلام شیعوں سے اتحاد کرے جو کہ سپاہ کی سخت ترین مقابل جماعت ہے، تو اس پر سپاہ کو سخت تنقید اور اس وجہ سے جمعیت کو نشانہ بنانا درست نہیں، بلکہ تنقید کا نشانہ بنانا دوری اور مزید اختلاف کا باعث بنے گا۔ دیکھیں موجودہ دور میں تحریک انصاف جمعیت کی سخت ترین مقابل جماعت رہی، اور جمعیت نے دینی اقدار کے حوالے سے اس کو اپنا مقابل تصور کیا ہے کہ یہ یہودی ایجنٹ اور قادیانی نواز جماعت ہے، اس لیے اس دوران اس کو اپنی سخت ترین مقابل جماعت تصور کیا، اور اس کے خلاف بھرپور تحریکیں چلائیں، اور سپاہ کی ایک صوبائی سیٹ تھی جس کی بنا پر وہ صوبہ پنجاب میں تحریک انصاف اور بزدار حکومت کی اتحادی رہی، لیکن جمعیت کی قیادت نے اس اتحاد کی بنا پر سپاہ کو عوامی جلسوں کبھی بھی تنقید کا نشانہ نہیں بنایا، اور نہ یہ پروپیگنڈہ کیا کہ سپاہ صحابہ ایک یہودی نواز اور قادیانی نواز جماعت کی اتحادی اور دست بازو جماعت ہے۔ اور مزید یہ کہ شیعوں سے اتحاد تو

جماعت اسلامی، جمعیت علماء پاکستان (بریلوی)، اہل حدیث اور جمعیت علماء اسلام سمیع الحق گروپ نے بھی کیا تھا، یہ سب جماعتیں متحدہ مجلس عمل میں شامل تھیں، تو پھر ان میں سے صرف جمعیت علماء اسلام کو کیوں تنقید کا نشانہ بنایا گیا؟

سپاہ صحابہ والوں کو ان میں سے سب سے زیادہ جمعیت کے ممنون اور احسان مند ہونے چاہیں، اس لیے کہ اس جماعت کو قیادت مولانا حق نواز جھنگویؒ، مولانا ایثار القاسمیؒ، مولانا ضیاء القاسمیؒ، مولانا ضیاء الرحمان فاروقیؒ، مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب سے لے کر مولانا اورنگزیب فاروقی صاحب تک سب کو جمعیت ہی نے مہیا کیا ہے، یہ حضرات کسی نہ کسی طور جمعیت علماء اسلام یا جمعیت طلباء اسلام سے نہ صرف وابستہ رہے بلکہ عہدیدار بھی رہے ہیں۔

نواں سبب: راہ حق پارٹی کا قیام

۲۰۰۲ء کے انتخابات میں صوبہ بلوچستان اور خیبر پختونخواہ (سابقہ صوبہ سرحد) میں متحدہ مجلس عمل نے بڑی کامیابی حاصل کی، اور کئی گمنام امیدوار بھی منتخب ہوئے، اور سب سے زیادہ سیٹیں جمعیت کے حصے میں آئیں۔ اس وقت پشاور کے ایک حلقہ میں جمعیت نے اپنا امیدوار کھڑا نہیں کیا، اس حلقہ سے سپاہ صحابہ کے جناب حکیم محمد ابراہیم قاسمی صاحب آزاد حیثیت سے حصہ لے رہے تھے، جمعیت نے اس کی حمایت کا فیصلہ کیا، وہ جیت گئے اور بعد میں انہوں نے جمعیت میں شمولیت کا فیصلہ کیا، اور جناب اکرم خان درانی صاحب کی وزارت اعلیٰ کے دور میں حکومت کا حصہ رہے، اور وزیر اعلیٰ صاحب سے اچھی خاص رقم اور فنڈ منظور کروا کر اپنے علاقہ اور حلقہ میں ترقیاتی کام کروائے۔ مدت پوری ہونے پر جب حکومت ختم ہوئی تو حکیم ابراہیم صاحب کو چاہیے تھا

کہ وہ جمعیت کے ساتھ وفانہاتے یا کم از کم احسان مند رہتے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی بجائے انہوں نے سپاہ صحابہ کی قیادت کے مشورے سے ایک الگ انتخابی جماعت "راہ حق" قائم کی، اور آگے جا کر تقریباً پوری پارٹی نے اس نام سے الیکشن لڑا، اور جمعیت کے خلاف پھر وہی پروپیگنڈہ دہرایا کہ یہ شیعوں کی اتحادی جماعت ہے۔ اس موقع پر تعجب کی بات یہ ہے کہ حکیم ابراہیم قاسمی صاحب پانچ سال تک متحدہ مجلس عمل اور جمعیت کی حکومت کا حصہ رہے، حکومت سے فوائد سمیٹتے وقت ان کو تو یہ خیال نہیں آیا کہ یہ شیعوں کی اتحادی حکومت اور جماعت ہے، لیکن پانچ سال بعد حکومت ختم ہونے کے بعد اس کو یہ اس لیے یاد آیا کہ ایک نئی تنظیم کے قیام اور اس پروپیگنڈے سے الیکشن میں ان کو فائدہ ہو یا نہ ہو کم از کم جمعیت کو نقصان تو ہوگا، تاہم جمعیت کو نقصان دینے اور پہنچانے کا یقینی طور پر تو نہیں کہا جاسکتا ہے، البتہ انہوں نے اپنے آپ کو ضرور نقصان پہنچایا، اس طور پر کہ اس کے بعد کئی بار انہوں نے اس سیٹ پر صوبائی اور ناظم کے الیکشن میں حصہ لیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ بہر حال اس نئی تنظیم قائم کرنے کے سبب اختلافات میں کمی کے بجائے اضافہ ہوتا ہوا نظر آیا۔

دسواں سبب: وزیراعظم کے ووٹ میں جمالی صاحب کی حمایت

۲۰۰۲ء میں وزیراعظم کے انتخاب میں مشرف پارٹی کی قاف لیگ سے جناب ظفر اللہ جمالی صاحب، متحدہ مجلس عمل اور مسلم لیگ نون کی طرف سے مولانا فضل الرحمن صاحب اور پیپلز پارٹی کی طرف سے جناب شاہ محمود قریشی صاحب امیدوار تھے، وزیراعظم کا انتخاب اوپن رائے شماری سے ہوتا ہے، اور پہلے مرحلے میں کم از کم نصف ممبران سے ایک زائد کی حمایت درکار ہوتی ہے۔ اس وقت ۳۴۲ ممبران میں سے ۱۷۲

ممبران کی حمایت درکار تھی، انتخاب میں جمالی صاحب ۱۷۲ ووٹ لے کر ایک ووٹ سے وہ وزیراعظم منتخب ہوئے، اور یہی ایک ووٹ مولانا اعظم طارق صاحب کا تھا جو انہوں مولانا صاحب کے خلاف مشرف کی پارٹی کو دیا، اگر وہ یہ ووٹ نہ دیتے تو دوبارہ وزیراعظم کے انتخاب کا مرحلہ ہوتا، اس اگلے مرحلے میں پیپلز پارٹی سے بھی حمایت کی توقع تھی، اور ساتھ یہ کہ قبائل کے پانچ آزاد اراکین جس کے پارلیمانی لیڈر منیر اور کزئی تھے جو بعد میں جمعیت میں شامل ہو کر بھی رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے تھے، ان کی ترجیح مولانا صاحب تھے، انہوں نے ابتدا میں یہ کہا تھا کہ اگر ہمیں معلوم ہوا کہ جمالی صاحب پہلے مرحلے میں ووٹ پورے نہ کر سکے ہیں تو آگے ہم مولانا کی حمایت کریں گے۔ اس انتخاب کے وقت راقم سطور بھی اپنے عم محترم ممبر قومی اسمبلی شیخ القرآن والحیث حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ کے ساتھ پارلیمنٹ لاجز میں ہوتا تھا، اور اس مہم اور اجلاسوں کے نکات سے آگاہی ہوتی تھی، میرے عم محترم نے انتخاب کے دن پہلی فرصت میں اپنی ذاتی طور پر مولانا اعظم طارق صاحب سے اسمبلی حال میں ملاقات کی اور ان کو اس فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کی، لیکن مولانا اعظم طارق صاحب تیار نہ ہوئے، اور بالآخر ان کے اس ایک ووٹ سے جمالی صاحب وزیراعظم منتخب ہو گئے۔ اس موقع پر یہ ضرور عرض کروں کہ جمالی صاحب نے ۱۷۲، مولانا صاحب نے ۱۰۰ کے قریب اور قریشی صاحب نے ۷۰ کے قریب ووٹ حاصل کئے، یہاں پر انتخاب صرف اکثریت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ پہلے مرحلے میں ۱۷۲ ووٹ لینا ضروری تھا، اگر جمالی صاحب ۱۷۱ لیتے تو اکثریت کے باوجود آئین طور پر وہ وزیراعظم منتخب نہیں ہو سکتے۔

ووٹ دینے کے بعد مولانا اعظم طارق صاحب جب جلسوں وغیرہ میں جاتے تو

لوگ ضرور اس پر ان سے سوال اور شکوہ کرتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے انتخاب کے اگلے دن والے اخبار اپنے پاس رکھے ہوئے تھے، جس میں یہ لکھا تھا کہ مولانا صاحب کے مقابلے میں جمالی صاحب اتنے زیادہ ووٹوں سے جیتے، تو وہ اپنی صفائیاں پیش کر کے ساتھیوں، کارکنان اور عوام کو اس بات پر مطمئن کرتے کہ دونوں میں ووٹوں کا بہت فرق ہے، کیسے وہ صرف میرے ایک ووٹ سے جیتے ہیں؟ کراچی کے ایک جلسے میں بھی انہوں نے اس بات کو دہرایا، وہ اگرچہ عام کارکن کو اس تقیہ یا تور یہ پر تو مطمئن کرتے، لیکن وہ خود ایک تجربہ کار پارلیمنٹیرین تھے، ان کو ضرور معلوم تھا کہ بات جیتنے اور ہارنے کی نہیں ہے، بلکہ وزیراعظم بننے کی ہے، کہ جمالی صاحب اگرچہ ایک سے زائد ووٹوں سے جیتے تھے، لیکن وہ منتخب ایک ووٹ سے ہوئے تھے جو کہ مولانا اعظم طارق صاحب کا ووٹ تھا۔ بہر حال ان کے اس عمل سے ایک اچھا تاثر نہیں ملا، بلکہ اختلافات کے اسباب میں اضافہ ہوا، اس لیے کہ یہاں صرف مخالف جماعت سے اتحاد کی بات نہیں، بلکہ مقابلہ کرنے کے ساتھ مخالف جماعت کو جتوانا بھی تھا۔

اس باب کے آخر میں یہ بھی بتانا چلوں کہ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ سپاہ صحابہ کے قائدین میں سب سے زیادہ جمعیت کے مخالف اور ناقد مولانا اعظم طارق شہیدؒ اور مولانا خلیفہ عبدالقیوم صاحبؒ تھے، لیکن ان دونوں کی آخری سیاسی زندگی مثالی اور خوشگوار نہیں رہی۔ وہ اس طور پر کہ مولانا اعظم طارق صاحب نے جمالی صاحب کو ووٹ دیا جس کے بدلے میں وہ جمالی صاحب سے بڑی توقع کر رہے تھے، لیکن چند دنوں کے بعد جھنگ سے پیپلز پارٹی کے ممبر اور سپاہ صحابہ کے کٹر مخالف شیعہ رہنما فیصل صالح حیات نے کچھ اپنے دوسرے ممبروں کے ساتھ پٹریاٹ گروپ بنا کر جمالی صاحب کی حکومت

میں شمولیت اختیار کی، اور جمالی صاحب نے ان کو پھر وزیر داخلہ بنایا، جس کی وجہ سے اب حکومت کو ایک اعظم طارق صاحب کے ووٹ کی ضرورت نہیں رہی، اس لیے حکومت نے کئے گئے وعدوں سے انحراف شروع کیا۔ اور ساتھ حکومتی اتحاد میں فیصل صالح حیات کو ایک بڑی حیثیت ملنے پر مولانا اعظم طارق صاحب ان کے اجلاسوں میں شرکت بھی نہیں فرماتے، اور دوسری طرف حزب اختلاف کے قائد مولانا فضل الرحمن صاحب تھے، شرمندگی کے باعث ان کے پاس بھی جانے سے کتراتے۔ اور دونوں کے درمیان ایسے معلق ہو کر نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ اور جن معاہدات کی بنیاد پر جمالی صاحب کو ووٹ دیا تھا، ان کے پورے ہونے کی توقع اور امید دور ہوتے چلی گئی، بلکہ الٹا مخالف وزیر داخلہ بننے سے سپاہ صحابہ کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہوا نظر آنے لگا، اور بالآخر بالکل حکومت کے سامنے اور سایہ میں مولانا اعظم طارق صاحب کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اور سپاہ والوں نے فیصل صالح حیات کو مورد الزام ٹھہرایا۔

اسی طرح سپاہ صحابہ کے سرپرست حضرت مولانا خلیفہ عبد القیوم صاحب کی آخری سیاسی زندگی کوئی زیادہ خوشگوار نہیں رہی، وہ اس طور پر کہ ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں انہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان میں قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان صاحب کے خلاف پیپلز پارٹی کے فیصل کریم کنڈی سے اتحاد کیا، اور قائد جمعیت کے خلاف بھرپور مہم میں حصہ لیا، اور یہ نعرہ متعارف کرایا کہ "چھوٹا ووٹ فقیر کا بڑا ووٹ ہے تیر کا"، اس کے نتیجے میں قومی سیٹ پر پیپلز پارٹی کے فیصل کریم کنڈی اور صوبائی اسمبلی کی سیٹ پر خلیفہ عبد القیوم صاحب منتخب ہوئے، اور قائد جمعیت اگرچہ ڈیرہ کی سیٹ سے ہار گئے لیکن بنوں کی نشست پر کامیاب ہوئے۔ صوبائی اسمبلی کے منتخب ہونے کے بعد پیپلز پارٹی

نے اپنا کام لے کر مخالف امیدوار کے ساتھ مل کر خلیفہ عبدالقیوم صاحب کے خلاف ڈگری اور سند کا کیس داخل کرایا، اور کچھ ہی عرصہ کے بعد ان کو جعلی ڈگری ثابت ہونے پر صوبائی اسمبلی سے نااہل کروادیا۔ اس لئے کہ خلیفہ صاحب کے پاس وفاق کی سند نہیں تھی، انہوں نے کسی مدرسہ سے سند بنوا کر الیکشن لڑا تھا، اور اتحادی جماعت کو اس کا علم ہوا تھا، لیکن کام لینے کے بعد پیپلز پارٹی نے اس حربے کو استعمال کیا، اور پھر ضمنی میں وہی نشست پیپلز پارٹی نے جیت لی۔ بہر حال یہ جعلی سند اور کام پر خلیفہ صاحب کی بڑی بدنامی ہوئی، اس لیے کہ وہ اپنے علاقہ میں صرف سپاہ صحابہ کے رہنما کے طور پر مشہور نہیں تھے، بلکہ پیری مریدی اور حلقہ احباب کا بھی ان کا ایک سلسلہ اور حلقہ تھا۔

یہ چند سطور لکھنے پر ضرور میں یہ معذرت کروں گا کہ ان کے لکھنے سے بندے کا مقصود مولانا اعظم طارق صاحب اور مولانا خلیفہ عبدالقیوم صاحب کی توہین یا کمزوریوں کو اجاگر کرنا مقصود ہر گز نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جا چکے ہیں، ان کے متعلق امید واثق یہی ہے کہ ان کی قربانیوں اور دینی خدمات کی بدولت اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی کمزوریوں سے درگزر فرما چکے ہوں گے۔ ان کی قربانیوں سے باخبر ہونے کے لیے حضرت مولانا اعظم طارق شہیدؒ کی لکھی ہوئی آپ بیتی "ٹوٹ گئی زنجیر" کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ البتہ اس طرح کے مضمون لکھنے میں قاریوں اور مخاطبین کے لیے اس طرح کچھ لکھنے کی ضرورت پڑتی ہے، جس طرح محدثین عظام حدیث کے باب جرح و تنقید میں اپنے بزرگوں پر جرح کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، جس کا مقصود ان بزرگوں کی تعظیم میں کمی مقصود ہر گز نہیں ہوتی، بلکہ اہل علم کو اس باب کے متعلقات سے باخبر رکھنا ہوتا ہے، یہاں تک امام جرح و تعدیل ابن معینؒ نے بعض بزرگوں پر جرح کے متعلق

فرمایا کہ ان پر ضرورت کی وجہ سے جرح اور کلام کرنے کے باوجود ان کی بزرگی اور مرتبہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ ہم سے دو سو سال پہلے جنت میں اپنے خیمے گاڑ دے چکے ہوتے ہیں «وقد قال ابن معین نتكلم في الذين غزروا خيامهم في الجنة قبلنا بمائتين»^(۱) ان سطور لکھنے کے ساتھ میں ان کے لیے بھی اور اپنے لیے بھی اس مسنون دعا پر اس مضمون کا اختتام کرنا چاہتا ہوں۔

سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «اللَّهُمَّ إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ، يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ، وَإِنِّي قَدْ أَخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ، فَأَيُّا مُؤْمِنٍ آذَيْتُهُ، أَوْ سَبَيْتُهُ، أَوْ جَلَدْتُهُ، فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً، وَقُرْبَةً، تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»^(۲)

^(۱) معارف السنن، مولانا محمد یوسف البنوری المتوفی ۱۹۷۷ء، باب الاستنجاء بالحجرین، ج ۲ ص ۱۲۵، ایچ

ایم سعید کمپنی کراچی

^(۲) صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج النیسابوری المتوفی ۲۶۱ھ، باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوسبہ او

دعا علیہ، ولیس ہوا ہلا لذلک، کان لہ زکاة واجرا ورحمة، ج ۴ ص ۲۰۰۸، دار احیاء التراث بیروت

باب دوم: شیعوں سے اتحاد کا تاریخی پس منظر

سپاہ صحابہ کے قائدین اور اراکین کو جمعیت سے بڑی شکایت شیعوں سے اتحاد پر ہے، یہاں تک کہ اس اتحاد کو اختلاف کا ایک بڑا سبب اور باعث سمجھا جاتا ہے، اور سپاہ کے عام اراکین کا یہ خیال ہے کہ شیعوں سے اتحاد صرف جمعیت ہی نے متحدہ مجلس عمل کی صورت میں کیا۔ راقم سطور کے نقطہ نظر سے اس اتحاد کو اختلاف کا سبب قرار دینے میں اس لیے وزن نہیں ہے کہ متحدہ مجلس عمل کا اتحاد تو ۲۰۰۲ء کے انتخابات سے کچھ قبل وجود میں آیا، جبکہ جمعیت اور سپاہ کے اختلاف کی ابتدا اور عروج کا زمانہ ۱۹۹۱ء سے شروع ہوا، جس وقت متحدہ مجلس عمل کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ ایک بار کچھ ساتھیوں سے اس موضوع پر بات ہو رہی تھی، ایک ساتھی کا خیال تھا کہ جس اتحاد میں جمعیت کے ساتھ شیعہ شامل نہ ہو، سپاہ والے بلا شرط جمعیت کے ساتھ تعاون اور اتحاد کے لیے تیار ہوں گے، میں نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ ان کا جمعیت کے ساتھ اتحاد پھر بھی مشکل ہو گا۔ اور اس کی مثال ایک تحریک انصاف اور عمران خان کے خلاف تحریک اور اتحاد کی ہے کہ ابتداءً یہ تحریک جمعیت ہی نے شروع کی اور پھر پی ڈی ایم کی صورت میں اتحاد بنا، اس اتحاد میں شیعوں کی کوئی جماعت شامل نہیں، بلکہ شیعوں کی اکثریت عمران خان کی حمایت کر رہی تھی یا خاموش تھی، اس کے باوجود سپاہ صحابہ (اہل سنت والجماعت) پی ڈی ایم اتحاد میں شامل نہیں ہوئی، بلکہ وہ بھی پنجاب کی سطح پر تحریک انصاف حکومت کی ایک اتحادی جماعت تھی۔ بہر حال شیعوں سے اتحاد جمعیت اور سپاہ کے درمیان اختلافات کے بنیادی سبب قرار دینے میں ان وجوہات کی بنا پر وزن نہیں ہے، اختلاف کے اصل اسباب وہی ہیں جن کا ہم نے باب اول میں تذکرہ کیا۔

جہاں تک اس دوسری بات "کہ یہ باور کرنا کہ شیعہوں کے ساتھ اتحاد صرف جمعیت نے کیا اور اس اتحاد کی مثال صرف متحدہ مجلس عمل تھی" کا تعلق ہے تو یہ بات بھی خلاف حقیقت اور خلاف واقع ہے۔ اس لیے ہم اس دوسرے باب اس بات کو واضح کریں گے کہ متحدہ مجلس عمل بننے سے پہلے بھی ہمارے اکابر اور دیوبندی جماعتوں نے کئی مواقع پر ملی اور قومی تحریکوں میں شیعہوں سے اتحاد کیا ہے، اور خود سپاہ صحابہ کا شیعہوں سے اتحاد یا اس طرح کے اتحاد میں شامل ہونے کی مثالیں موجود ہیں۔ عام کارکنوں کو شاید اس کا علم نہ ہو لیکن قائدین کو ضرور اس کا علم ہوگا، تو پھر ان کا جمعیت کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا کیا کوئی جواز بن سکتا ہے؟

۱۔ مختلف تحریکات میں اکابر علماء دیوبند کا شیعہوں سے اتحاد

۱۔ تحریک پاکستان

تحریک پاکستان میں سنی شیعہ ایک ساتھ تھے، اور اس تحریک میں علماء دیوبند کے وہ اکابر جو پاکستان بننے کے حامی تھے، شامل رہے۔ خود بانی پاکستان محمد علی جناح صاحب کا ابائی تعلق شیعہ مسلک سے تھا۔^(۱)

۲۔ اسلامی مشاورتی بورڈ

پاکستان بننے کے بعد حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اسلامی دستور سازی کے لیے "اسلامی مشاورتی بورڈ" کے نام سے حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کی صدارت میں ایک بورڈ تشکیل دیا، جس کے دوسرے ممبران مفتی محمد شفیعؒ، مولانا ڈاکٹر حمید اللہ،

(۱) کفایت المفتی، ج ۹ ص ۳۹۵، ۳۹۹، مفتی کفایت اللہ دہلوی متوفی ۱۹۵۲ء، دارالاشاعت کراچی، ط

۲۰۰۱ء، جواہر الفقہ، ج ۵ ص ۳۰۸، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۹۷۶ء، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ط ۲۰۱۳ء

مولانا عبدالخالق کے ساتھ شیعہ عالم علامہ جعفر حسین بھی تھے۔^(۱)

۳ — ۲۲ نکات

پاکستان بننے کے بعد اسلامی دستور کے لیے جنوری ۱۹۵۱ء ایک اجتماع بصدارت حضرت مولانا سید سلمان ندویؒ کراچی میں منعقد ہوا، اور اسلامی آئین کے لیے ۲۲ سفارشات مرتب کی گئیں، جن کو ۲۲ نکات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان بائیس نکات مرتب کرنے اور منظور کرنے میں تمام مذہبی جماعتوں اور مکاتب فکر کے ۳۱ کے بڑے رہنما موجود تھے، یعنی دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، جماعت اسلامی کے ساتھ شیعہ بھی شامل تھے۔ علماء دیوبند سے مثلاً مولانا سید سلمان ندوی، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا خیر محمد جالندھری، مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد صادق، حاجی محمد امین چارسدوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور شیعوں کے علامہ جعفر حسین اور علامہ کفایت حسین بھی شامل تھے۔^(۲)

۴ — مجلس احرار

ہندوستان میں انگریز کے تسلط کے خلاف ہمارے اکابر نے ایک طویل جدوجہد کی، اور مختلف طریقوں اور تحریکات سے اس جدوجہد میں حصہ لیا، ان تحریکات میں ایک بڑا

(۱) جواہر الفقہ، ج ۵ ص ۱۲۴، ۱۲۵ مفتی محمد شفیع متوفی ۱۹۷۶ء، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ط ۲۰۱۳ء

(۲) تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی، ص ۱۷۵، ۱۷۶، منشی عبدالرحمان، ادارہ اسلامیات لاہور، ط ۱۹۹۲ء، تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند، ص ۳۵۵، ۳۵۶، حافظ محمد اکبر شاہ بخاری، سعید ایم ایچ کمپنی کراچی، طن

نام مجلس احرار کا بھی ہے جو امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں اس جماعت نے تحریک آزادی اور بعد میں تحریک ختم نبوت کے محاذ پر ایک فعال کردار ادا کیا، امیر شریعت کی قیادت میں اس جماعت اور تحریک میں شیعہ صرف شامل نہیں تھے، بلکہ امیر شریعتؒ کے ساتھ مل کر قیادت کے طور پر بھی کام کیا۔ اور ایک وقت ایسا بھی تھا کہ شیعہ رہنما علامہ مظفر علی شمسی اس کے جنرل سیکرٹری تھے۔^(۱)

۵— آل مسلم پارٹیز کا نفرنس

قادیانیوں کے خلاف ایک آل مسلم پارٹیز کے قیام کا فیصلہ ہوا، اور ۲ جون ۱۹۵۲ء کو کراچی میں آل مسلم پارٹیز کا نفرنس کا فیصلہ ہوا، تو اس کا نفرنس کے دعوت نامے ان بڑے رہنماؤں کے دستخط سے جاری ہوئے، مولانا لال حسین اختر (دیوبندی)، مولانا احتشام الحق تھانوی (دیوبندی)، مولانا عبدالحامد بدایونی (بریلوی)، مولانا محمد یوسف (اہل حدیث) اور مفتی جعفر حسین مجتہد (شیعہ)۔^(۲)

۶— آل پارٹیز ایکشن کمیٹی

۱۹۵۲ء میں حضرت مولانا ابوالحسنات کی صدارت اور امارت اور امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صاحبؒ کی قیادت میں تحریک ختم نبوت کے لیے تمام مکاتب فکر کو جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، اور آل پارٹیز ایکشن کمیٹی قائم کی گئی تو اس میں اہل تشیع کی نمائندگی موجود تھی۔ اور یہاں سے ایک نئی صورت میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا۔ اور جب اس کے لیے مجلس عمل کی باڈی اور کابینہ تشکیل پایا، تو صدر

^(۱) تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ص ۵۰۵، مولانا اللہ وسایا، عالمی مجلس ختم نبوت ملتان، طن

^(۲) تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ص ۱۱۴، مولانا اللہ وسایا، عالمی مجلس ختم نبوت ملتان، طن

مولانا ابوالحسنات، نائب صدر مولانا محمد طفیل، ناظم اعلیٰ مولانا محمد داؤد غزنوی، ناظم علامہ مظفر علی شمس (شیعہ) مقرر کر دئے گئے، اور مزید ارکان میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حاجی محمد امین چارسدہ، اور دیگر ہر مکتب فکر اور جماعت سے دو دو ارکان کا چناؤ ہوا۔^(۱)

اس موقع پر حکومتی سطح پر اس تحریک کو ناکام بنانے کے لیے مختلف مکاتب فکر والوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی بھرپور کوشش ہو رہی تھی، اور عدالت میں جج صاحبان بھی مختلف فیہا مسائل کو درمیان میں لاتے اور ان کے متعلق سوالات کرتے تاکہ کسی طور پر ان میں اختلاف پیدا ہو جائے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ۱۹۵۳ء میں عدالت کے جج جسٹس منیر صاحب نے شیعہ رہنما مظفر علی شمس سے پوچھا کہ اگر اس ملک میں صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نظام حکومت قائم ہو جائے تو تمہاری کیا پوزیشن اور رائے ہوگی؟ جج کا منشا اور مقصد یہ تھا کہ اس کے جواب سے شیعہ سنی اختلاف کو ہوا دی جاسکے گی، اگر مانیں تو شیعہ ناراض، نہ مانیں گے تو سنی ناراض ہو جائیں گے۔ شمس صاحب فرماتے ہیں کہ میں گھبرا گیا، میں نے عدالت اور جواب کو ٹالنا چاہا، عدالت کا اصرار بڑھا، تو پیچھے امیر شریعت بیٹھے تھے، وہ اٹھ کر میری طرف تشریف لائے، میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تھپکی دی، اور فرمایا: "کہ شمس بیٹا گھبراتے کیوں ہو، آج کے دن کے لیے تو میں نے تمہیں تیار کیا تھا"۔ شمس صاحب فرماتے ہیں کہ شاہ جی صاحب کے یہ فرماتے ہی میرے بدن میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی، میں نے جسٹس منیر کی آنکھوں میں آنکھیں ملا کر کہا کہ پھر سوال کریں، اس نے کہا کہ اس ملک میں اگر صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا نظام حکومت قائم ہو جائے تو تمہاری کیا پوزیشن ہوگی؟ تو میں نے

جواب میں کہا کہ میری وہی پوزیشن ہوگی جو صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے زمانہ میں علی المرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تھی، اس جواب پر عدالت کا منہ لٹک گیا۔^(۱)

۷۔۔۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت

۱۹۷۴ء میں محدث العصر حضرت علامہ محمد یوسف بنوری صاحبؒ کی قیادت میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل پائی، اور اس جدوجہد کے نتیجے میں قادیانیت کو پارلیمنٹ سے غیر مسلم قرار دیا گیا، تو اس اتحاد اور تحریک میں اہل تشیع موجود تھے۔^(۲)

محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحبؒ ایک موقع پر اس اتحاد کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: "گزشتہ دونوں تحریک ختم نبوت میں پاکستانی قوم جس طرح یک دل و یک جان ہو کر متحد ہو گئی تھی، اب دوبارہ پورے دینی نظام کو لانے کے لیے اتحاد و اتفاق ہو گیا ہے، جو نہایت امید افزا ہے۔ اور قوم کے اتحاد نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ملک کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کے لیے قوم متحد ہو جائے اور وہ حل نہ ہو سکے۔ قومی اتحاد لوہے کی ایک ایسی دیوار ہے کہ نہ پولیس کی لاٹھیاں اسے مسمار کر سکتی ہیں، نہ فوج کی گولیاں اس میں رخنہ پیدا کر سکتی ہیں، نہ بیرونی اعداء اسلام اور دشمنان دین کی ریشہ دوانیاں اسے کرا سکتی ہیں اور نہ اس میں سوراخ کیا جاسکتا ہے۔..."^(۳)

۸۔۔۔ تحریک نظام مصطفیٰ

۱۹۷۷ء میں ملک میں نفاذ اسلام کے لیے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ

(۱) حوالہ بالا، ص ۵۴۸

(۲) اسلام، جمہوریت اور پاکستان، مولانا زاہد الراشدی، ص ۴۵

(۳) بصائر و عبر، رشحات قلم محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ متوفی ۱۹۷۷ء، جمع و ترتیب:

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہید ۱۹۹۷ء، ج ۲ ص ۲۵۴، ۲۵۵، مکتبہ بینات کراچی، ط ۲۰۱۲ء

کی سربراہی میں تحریک نظام مصطفیٰ کے نام سے ایک مؤثر تحریک وجود میں آیا، تو شیعہ بھی اس تحریک کا حصہ تھے۔^(۱)

۹۔ کل جماعتی مجلس عمل

۱۹۹۸ء میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کی سربراہی میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ایک بار پھر کل جماعتی مجلس عمل کا احیاء عمل میں لایا گیا، تو اہل تشیع کو نہ صرف اس میں شامل کیا گیا، بلکہ نائب صدر کے منصب پر ایک شیعہ رہنما کو فائز کیا گیا۔^(۲)

۱۰۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

بھارت میں مسلمانوں کے شرعی عائلی اور خاندانی قوانین کے تحفظ کے لیے مشترکہ پلیٹ فارم "آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ" کے نام سے تشکیل پایا گیا، اس کے پہلے سربراہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ تھے، ان کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن ندوی صاحبؒ، اور پھر حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ تھے۔ اہل تشیع اس بورڈ کا نہ صرف حصہ ہیں، بلکہ کئی شیعہ علماء اس کے مرکزی عہدہ دار بھی چلے آ رہے ہیں۔^(۳)

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ جو کہ شد و مد کے ساتھ علی الاطلاق تکفیر شیعہ کے قائل اور محرک رہے، بھی اس بورڈ کے بانیوں میں سے تھے، ان سے جب شیعوں

(۱) اسلام، جمہوریت اور پاکستان، مولانا زاہد الراشدی، ص ۴۵

(۲) حوالہ بالا ص ۴۵

(۳) حوالہ بالا، ص ۵۰

کی شرکت اور اتحاد کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار یوں فرمایا: "کچھ عرصہ ہوا لکھنؤ شہر ہی کا ایک وفد راقم سطور کے پاس آیا جس میں بعض علماء کرام بھی تھے اور شہر کے بعض اعیان و اصحاب و جاہت حضرات بھی، ان صاحبان نے میرے سامنے بطور سوال کے یہ مسئلہ پیش کیا کہ آپ کی اور حضرت مولانا ابوالحسن ندوی صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کے بارے میں آپ دونوں حضرات کا موقف وہی ہے جو امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور ہم لوگوں کا ہے، لیکن آپ حضرات نے "مسلم پرسنل لا بورڈ" میں شیعوں کو بھی اپنے ساتھ شریک کیا ہے۔ حضرت مولانا علی میاں اس کے صدر ہیں، اور ہمیں معلوم ہیں کہ آپ بھی اس کے بانی ارکان میں سے ہیں، اس سے سمجھا جاتا ہے کہ آپ ان کو مسلمان سمجھتے ہیں، اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ شیعوں کے بعض ذاکرین مقررین اپنی مجلسوں میں اس کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، اور لکھنؤ کے مسلمانوں کے ذہنوں میں بھی اس کی وجہ سے طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے ان حضرات سے کہا کہ یہ صحیح ہے کہ میں بورڈ کے بانی ارکان میں سے ہوں، اگرچہ اپنی اس معذوری کی وجہ سے جو آپ حضرات کے سامنے ہے میں ادھر کئی سال سے اس کے کسی جلسہ میں بھی شریک نہیں ہو سکا ہوں لیکن بہر حال اس کارکن ہوں، اور جس طرح اس کی ابتدا اور تشکیل ہوئی اس سے پوری طرح واقف ہوں اور اس میں شریک رہا ہوں۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ حضرات کے ذہنوں میں یہ سوال کیوں پیدا ہوا، آپ جانتے ہیں کہ اس میں بریلوی مکتب فکر کے حضرات بھی شریک ہیں، جب بمبئی کے پہلے اجلاس کے بعد "مسلم پرسنل لا بورڈ" تشکیل ہوئی تو دارالعلوم دیوبند کے متہم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب علیہ الرحمۃ اس کے صدر تجویز ہوئے تھے اور

مولانا مفتی بُرہان الدین صاحب جبلی پوری نائب صدر، حالانکہ وہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کے نہ صرف ہم مسلک بلکہ ان کے خلیفہ بھی تھے، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور ہم سب دیوبندیوں اور ندیوں اور ہمارے بزرگوں کے بارے میں ان کی رائے اور فتویٰ وہی تھا جو مولانا احمد رضا خان صاحب نے "حسام الحرمین" میں اور اس سے بھی پہلے "فتاویٰ الحرمین" میں لکھا ہے، جو آپ حضرات کے علم میں ہے، اور بمبئی کے اس پہلے اجلاس کے صدر استقبالیہ ڈاکٹر نجم الدین صاحب تھے جو شیعوں کے داؤدی کے موجودہ امام (جو اس فرقہ والوں کے نزدیک گویا امام معصوم ہیں) کے چھوٹے بھائی تھے، اور شاید آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ داؤدی فرقہ کا حال یہ ہے کہ اثنا عشریہ بھی اس کو اور فرقہ اسماعیلیہ کو غالیوں میں شمار کرتے ہیں اور ان سے براءت کرتے ہیں۔ اس تفصیل سے میرا مقصد یہ ہے کہ "مسلم پرسنل لا بورڈ" اسی طرح کی ایک مجلس یا محدود تنظیم ہے، جیسے مثلاً "مسلم مجلس مشاورت" جس میں اس کی رکنیت کے لیے عقائد کی چھان بین نہیں کی جاتی، ہر وہ شخص جو اپنے کو مسلمانوں میں شمار کرے اور بورڈ کے خاص مقصد مسلم پرسنل لا کے تحفظ سے متفق ہو، اس بورڈ میں شامل کیا جاسکتا ہے، رکن ہی نہیں عہدیدار بھی بنایا جاسکتا ہے"۔^(۱)

۱۱۔ اتحاد تنظیمات مدارس

استاد الکل حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب کے دور میں مدارس کے پانچوں بورڈز کا ایک اتحاد قائم ہوا، جس میں دیوبندیوں، بریلویوں، اہل حدیث، جماعت اسلامی اور شیعوں کے وفاق اور بورڈ شامل رہے۔ آج تک یہ اتحاد قائم ہے۔

^(۱) ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، دسمبر ۱۹۸۷ء، بحوالہ خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ، خصوصی اشاعت ماہنامہ بینات کراچی، حصہ دوم ص ۲۹—۳۱، مکتبہ بینات کراچی

۱۲— عرب میں سنی شیعہ اتحاد کا قیام

صرف عجم اور بر صغیر میں سنی شیعہ اتحاد نہیں بلکہ عرب میں بھی کئی مواقع پر یہ اتحاد قائم کیا گیا یا قائم کرنے کی کوششیں کی گئیں، چنانچہ عرب کے ایک محقق سنی عالم حضرت مولانا شیخ مصطفیٰ سباعیؒ جانبین کے علماء کی طرف سے دونوں کو قریب لانے اور متحد کرنے کی کوششوں کے بارے میں اپنا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں: " کہ ۱۹۵۳ء کے دوران میں نے بھی اس سلسلے میں صور اور بیروت کے سرکردہ شیعہ علماء اور شخصیات سے ملاقاتیں کیں، اور ان ملاقاتوں کے نتائج سے مجھے بڑی خوشی محسوس ہو رہی تھی، اگرچہ بعض وجوہات کی بنا پر ہماری یہ کوشش بار آور کامیاب نہ ہو سکی۔" بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ سنی شیعہ اتحاد کوئی انوکھی بات نہیں ہے، یہ الگ بات ہے کہ یہ اتحاد کتنا کامیاب اور کب تک قائم ہوتا ہے۔

وقد بدأ علماء الفريقين في الحاضر يستجيبون إلى رغبة جماهير المسلمين في التقارب، ودعوة مُفكِّريهم إلى التصافي ... في عام ۱۹۵۳ زرت عَبْدُ الْحُسَيْنِ شَرَفَ الدِّينِ فِي بَيْتِهِ بِمَدِينَةِ «صُور» فَيَجِبُ لِعَامِلٍ، وَكَانَ عِنْدَهُ بَعْضُ عُلَمَاءِ الشَّيْعَةِ، فَتَحَدَّثْنَا عَنْ ضَرُورَةِ جَمْعِ الْكَلِمَةِ وَإِشَاعَةِ الْوُثَامِ بَيْنَ فَرِيقِي الشَّيْعَةِ وَأَهْلِ السُّنَّةِ، وَأَنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْعَوَامِ لَفِي ذَلِكَ أَنَّ يَزُورُ عُلَمَاءَ الْفَرِيقَيْنِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَإِصْدَارُ الْكُتُبِ وَالْمُؤَلَّفَاتِ الَّتِي تَدْعُو إِلَى هَذَا التَّقَارُبِ. وَكَانَ عَبْدُ الْحُسَيْنِ - رَحِمَهُ اللَّهُ - مُتَحَمِّسًا لِهَذَا الْغَرَضِ، وَخَرَجَتْ مِنْ عِنْدِهِ وَأَنَا فَرِحَ بِمَا حَصَلَتْ عَلَيْهِ مِنْ نَتِيجَةٍ، ثُمَّ زُرْتُ فِي بَيْرُوتَ بَعْضَ وَجُوهِ الشَّيْعَةِ مِنْ سِيَاسِيِّينَ وَتُجَّارَ وَأَدْبَاءَ لِهَذَا الْغَرَضِ،

ولكن الظروف حالت بيني وبين العم للتحقيق هذه الفكرة. ^(۱)

۲—سپاہ اور شیعوں میں اتحاد

۱—اتحاد بین المسلمین کمیٹی

۱۹۹۲ء میں اس وقت کے وزیراعظم میاں محمد نواز شریف نے فرقہ واریت کے خاتمہ کے لیے مذہبی امور کے وزیر مولانا عبدالستار خان نیازی کی زیر صدارت ایک اتحادی کمیٹی بنام "اتحاد بین المسلمین کمیٹی" مقرر کی، اس کے اراکین میں تمام مکاتب فکر کے اہم رہنماء شامل کے گئے، ان تیس ارکان پر یہ کمیٹی مشتمل تھی: مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا سمیع الحق، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا عبدالنواب صدیقی، مولانا عبدالرؤف ملک، مولانا عبدالمالک، علامہ علی غضنفر کراروی (شیعہ)، علامہ ریاض حسین (شیعہ)، پروفیسر ساجد میر، مولانا ضیاء القاسمی (سپاہ صحابہ)، صاحبزادہ فضل کریم، مولانا ضیاء الرحمان فاروقی (سپاہ صحابہ)، مولانا محمد شریف، علامہ محمد تقی نقی (شیعہ)، حافظ محمد تقی، مولانا شاہ تراب الحق، علامہ مرزا یوسف حسین (شیعہ)، مولانا محمد ادریس، پیر محمد شاہ قادری، مولانا اشرف علی قریشی، پیر شمس الامین، سید محمد عبدالحکیم، مولانا لقمان حکیم، مولانا محمد بشیر، مولانا عبداللہ خلجی، مولانا فتح محمد، پیر محمد فیض علی، علامہ ریاض حسین نقوی (شیعہ)، اور جناب مظہر رفیع۔ ^(۲)

^(۱) السنۃ ومکانہا فی التشریع الاسلامی، مصطفیٰ بن حسنی السباعی المتوفی ۱۳۸۴ھ، ص ۸، ۹، المکتب الاسلامی دمشق، ط ۱۴۰۲ھ

^(۲) تاریخی دستاویز، ص ۲۵، ۲۶، مولانا ضیاء الرحمان فاروقی شہید ۱۹۹۷ء، شعبہ نشر و اشاعت سپاہ صحابہ پاکستان، ط ۱۹۹۵ء

اس کمیٹی کے کئی اجلاس ہوئے، اور سفارشات بھی مرتب کی گئیں، لیکن ان پر بروقت عمل نہیں ہو سکا، اور پھر میاں نواز شریف کی حکومت ختم کر دی گئی، اس لیے کمیٹی کی افادیت اور آثار نظر نہیں آئے، تاہم اس سے یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ قائدین سپاہ صحابہ اور شیعوں کا ایک میز پر بیٹھنا بھی ہو سکتا ہے، اور مشترکہ مقاصد اور سفارشات کے لیے دونوں ایک ساتھ کمیٹی میں بھی متحد ہو سکتے ہیں۔ اور ساتھ یہ کہ سپاہ صحابہ کی طرف سے "اتحاد بین المسلمین" لفظ پر اعتراض ہوا کہ ہمارے نزدیک شیعہ چوں کہ مسلمان نہیں ہیں، لہذا بین المسلمین کا لفظ ہٹایا جائے، لیکن حکومت نے ان کے اس مطالبہ کو مسترد کر دیا، پھر بھی سپاہ صحابہ کی قیادت نے اس کمیٹی میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔

۲۔ قومی ملی یکجہتی کو نسل

۱۹۹۵ء میں ملک کی مذہبی جماعتوں میں ایک اتحاد بنام "قومی ملی یکجہتی کو نسل" تشکیل پایا، جس کے صدر حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب اور جنرل سیکرٹری حضرت مولانا سمیع الحق صاحب تھے۔ اور ان کے علاوہ اس کے مرکزی اراکین ان حضرات پر مشتمل تھے: قاضی حسین احمد صاحب (جماعت اسلامی)، علامہ ساجد علی نقوی (قائد تحریک فقہ جعفریہ)، مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب، (جمعیتہ علمائے پاکستان نیازی گروپ) پروفیسر ساجد میر صاحب (جمعیتہ اہل حدیث پاکستان)، مولانا اسفندیار خان صاحب (سربراہ سواد اعظم)، مولانا ضیاء القاسمی صاحب (سپاہ صحابہ)، آغا مرتضیٰ پویا صاحب (سربراہ حزب الجہاد پاکستان)، پروفیسر طاہر القادری (تحریک منہاج القرآن پاکستان)، مولانا محمد اجمل خان صاحب (جمعیت علمائے اسلام ف)۔

۲۴ مارچ ۱۹۹۵ء کو اسلام آباد میں منعقدہ ہونے والے پہلے اجلاس اور کانفرنس میں ۱۴ جماعتوں کے یہ حضرات شریک تھے: جمعیت علماء اسلام (س) کے مولانا سمیع الحق، مولانا قاضی عبداللطیف، مولانا عبدالرحیم نقشبندی، میاں محمد عارف ندیم، اقبال اعوان اور مولانا محمد یوسف شاہ۔ جمعیت علماء پاکستان نوارنی گروپ کے مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا شاہ فرید الحق، ایم انظر اور صاحبزادہ سید اکرم شاہ۔ جماعت اسلامی کے قاضی حسین احمد، سید منور حسن، پروفیسر خورشید احمد، چوہدری اسلم سلیمی، مولانا گوہر الرحمان اور مولانا عبدالمالک۔ تحریک فقہ جعفریہ کے علامہ ساجد نقوی، سید جواد ہادی، افتخار حسین نقوی، مظہر گیلانی، محمد حسین نجفی اور انور علی۔ سپاہ صحابہ کے مولانا ضیاء القاسمی، مولانا صدیق احمد، یوسف مجاہد (جنرل سیکرٹری سپاہ صحابہ)، مولانا محمد نواز بلوچ اور مولانا طاہر محمود اشرفی۔ جمعیت علماء پاکستان نیازی گروپ کے مولانا عبدالستار خان نیازی، صاحبزادہ فضل کریم، اور انجنتیر سلیم اللہ خان۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے پروفیسر ساجد میر، میاں فضل حق، مولانا عبدالعزیز اور مولانا معین الدین لکھوی۔ حزب جہاد کے آغا مرتضیٰ پویا اور علامہ علی عضنفر کراروی۔ سواد اعظم کے مولانا اسفندیار خان۔ جماعت اہل حدیث کے عارف سلمان روپڑی۔ تحریک منہاج القرآن کے سید عتیق احمد شاہ، محمد عبدالحی اور کوثر اعوان۔ جمعیت علماء اسلام ف کے مولانا جمل خان، اشاعت التوحید کے مولانا اشرف علی اور تبلیغی جماعت کے مفتی ضیاء الحق۔ اس اجلاس کے متفقہ قرار اور اعلامیہ میں چھٹے نمبر پر قرار داد کے الفاظ یہ تھے کہ یہ اجلاس کسی بھی اسلامی فرقہ کو کافر قرار دینے کو غیر اسلامی اور قابل نفرت فعل سمجھتا ہے۔^(۱)

^(۱) اس پوری تفصیل کے لیے جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک کے رسالہ "ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۹۵ء ص ۱۸ تا ۳۱ کا مطالعہ کریں۔ یہ رسالہ نیٹ پر مکتبہ جبریل میں بھی دستیاب ہے۔

اس اتحاد میں شیعوں کی دو جماعتیں شامل تھیں، ایک فقہ جعفریہ اور دوسری حزب الجہاد پاکستان، جبکہ متحدہ مجلس عمل میں اہل تشیع کی ایک جماعت فقہ جعفریہ شامل رہی، اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ متحدہ مجلس عمل کی صورت میں جمعیت کا شیعوں کی ایک جماعت سے اتحاد تھا جبکہ اس سے پہلے ملی پیچہتی کونسل میں سپاہ صحابہ اور اشاعت کا شیعوں سے ڈبل اتحاد ہوا ہے۔ کیا پھر بھی اس بارے میں صرف جمعیت کو مورد الزام ٹھہرانا درست ہوگا؟

اس اتحاد میں تقریباً تمام مذہبی جماعتوں کے سربراہان کو اراکین کے طور پر شامل کیا گیا، خانہ پری کے لیے جمعیت علماء اسلام ف کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اجمل خان صاحب کو مدعو کیا گیا، لیکن مولانا فضل الرحمان صاحب کا نام نظر نہیں آتا ہے، بلکہ اس رسالہ میں یہ صراحت ہے کہ ملک کی تمام بڑی مذہبی جماعتوں کے قائدین سوائے مولانا فضل الرحمان ایک چھت کے نیچے بیٹھے تھے۔^(۱)

شاید یہ ان جماعتوں کے قائدین حضرات کی طرف سے مولانا صاحب کو تنہا کرنے اور سائڈ پر لگانے کی کوشش تھی، لیکن عزت اور ذلت دونوں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے بالآخر متحدہ مجلس عمل کی شکل میں ان میں سے اکثر بڑی جماعتوں کو مولانا کی قیادت کے زیر سایہ جمع کیا۔ جس طرح کسی زمانہ میں تمام جماعتوں میں سے بڑی شدید مخالف جماعتیں مولانا صاحب کی مسلم لیگ نون اور اے این پی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے پی ڈی ایم اتحاد میں ان کو بھی مولانا صاحب کی زیر قیادت جمع کر دیا، اور ان کو مولانا صاحب کی قیادت اور سیاست تسلیم کرنے پڑی۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس ملی پیچہتی کونسل اتحاد پر سپاہ کے کچھ کارکنوں کو شکوہ تھا جس کے سبب انہوں

نے سپاہ صحابہ سے الگ ہو کر لشکر جھنگوی کے نام سے الگ جماعت بنالی، چنانچہ حضرت مولانا اعظم طارق صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں: "مفرور نوجوان ہم سے بھی رابطہ قائم نہ رکھ سکے، تو وقت آپہنچا کہ انہوں نے سپاہ صحابہ کی پرامن جدوجہد اور دلائل کے ذریعہ اپنی بات کرنے اور لاشیں اٹھا کر بھی صبر کی پالیسی سے مایوس اور پولیس مظالم کا شکار ہو کر شیعہ جارحیت کا نشانہ بن کر بھی آئینی اور قانونی راہ سے نہ ہٹنے کے انداز اور خصوصاً ملی یکجہتی کو نسل میں سپاہ صحابہ کی شرکت اور کونسل کی سیاسی مفادات پر مبنی پالیسی سے بے زار ہو کر سپاہ صحابہ سے الگ "لشکر جھنگوی" کے قیام کا اعلان کر دیا۔"^(۱)

۳۔ شیعوں سے اتحاد کے لیے حامی بھر لینا

اسی طرح کئی مواقع ایسے آئے ہیں کہ ان میں سپاہ صحابہ کی قیادت نے شیعوں کے ساتھ اتحاد کی حامی بھر لی ہے، اگرچہ شیعوں یا کسی اور وجہ سے اس طرح اتحاد کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکا ہے، تاہم شیعیت ہونے کے باوجود اتحاد سے روگردانی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ نفس اتحاد ہونے یا کٹھے بیٹھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اتحاد کے لیے ہر ایک جماعت کی اپنی اپنی ترجیحات ہوا کرتے ہیں، اور پھر ان میں سے کچھ لو اور کچھ دو کی بات پر اتحاد ہوتا ہے۔ مجلس عمل میں شیعوں سے اتحاد بھی ایک سیاسی فارمولے کے تحت ہوا تھا، تحفظ ختم نبوت والوں کا اتحاد اپنے ہی کا ز کے لیے ہے، اتحاد مدارس کا اتحاد تعلیم اور مدارس کے متعلق مسائل کو سامنے رکھ کر وجود میں آیا ہے، سپاہ صحابہ کا اتحاد امن کی فضا قائم کرنے اور اپنے اصولوں کے تحت ہوگا۔ شیعوں سے اتحاد کی حامی بھر لینے کے متعلق دلیل کے لیے حضرت مولانا اعظم طارق شہید کے

(۱) ٹوٹ گئی زنجیر، ص ۳۱۳ مولانا اعظم طارق شہید ۲۰۰۳ء، اشاعت المعارف فیصل آباد، ط ۲۰۰۴ء

الفاظ ہی کافی ہیں، چنانچہ اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف صاحب سے ایک وفد جس میں مولانا ضیاء القاسمی، علامہ علی شیر حیدری، مولانا محمد احمد لدھیانوی دیگر علماء و قائدین شریک تھے، کے متعلق وہ فرماتے ہیں: "وزیر اعلیٰ نے امن و امان کے حوالہ سے گفتگو کی اور صوبہ میں شیعہ سنی عنوان پر ہونے والی قتل و غارت گری پر تشویش کا اظہار کیا اور سپاہ صحابہ سے تعاون کے خواستگار ہوئے۔ جس پر ہم نے انہیں غیر مشروط تعاون کا یقین دلایا، انہوں نے سوال کیا کہ میں شیعہ لیڈران کے ہمراہ آپ لوگوں کو بٹھا کر کوئی متفقہ امن فارمولا تیار کرانا چاہتا ہوں، آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ ہم نے کہا ہم بالکل اس مقصد کے لیے تیار ہیں، چنانچہ طے پایا کہ ۵ مئی کو دوبارہ اہم اجلاس طلب کیا جائے گا، جس میں فریقین شریک ہوں گے۔ اس کے بعد وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے مجھے علیحدہ لے جا کر کہا میں آپ سے تعاون کا طلب گار ہوں، میں انہیں یقین دلایا کہ میں آپ سے مخلصانہ تعاون کروں گا۔" (۱)

یہاں پر میں یہ بتاتا چلوں کہ جب مذہبی جماعتوں کا اتحاد "متحدہ مجلس عمل" کی شکل میں وجود میں آیا، تو اس موقع پر مولانا اعظم طارق صاحب کو اس میں شامل ہونے کے لیے ایک مخلصانہ دعوت دی گئی اور یہاں تک کہا گیا کہ اگر کچھ وجوہات کی بنا پر آپ اپنی جماعت کے اعتبار سے شامل نہیں ہو سکتے تو جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے آپ شامل ہو جائیں۔ اب اس کے جواب میں شامل ہونا نہ ہونا ان کا اختیار تھا، لیکن شامل نہ ہونے کی صورت میں شکریہ نہ سہی، کوئی وجہ بتا کر معذرت کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے ایک عام جلسے میں اس مخلصانہ دعوت کا آپریشن ان الفاظ سے شروع کیا کہ مجھے "متحدہ مجلس عمل" میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی....

(۱) ٹوٹ گئی زنجیر، ص ۶۱، ۶۲، مولانا اعظم طارق شہید ۲۰۰۳ء، اشاعت المعارف فیصل آباد، ۲۰۰۴ء

شہباز شریف صاحب کی دعوت اور درخواست پر تو مخلصانہ اور غیر مشروط تعاون کا یقین دلانا اور جمعیت کی مخلصانہ دعوت اور درخواست کا یہ حشر کرنا چہ معنی دارد؟

۴۔ پیغام پاکستان

۲۰۱۷ء میں حکومتی کوششوں سے ایک فتویٰ "پیغام پاکستان" کے نام سے متفقہ دستاویز کی شکل میں مرتب ہوا۔ یہ دستاویز اور فتویٰ دہشت گردی، فرقہ واریت، تکفیر وغیرہ کے سد باب کے لیے ۲۲ نکاتی اعلامیہ پر مشتمل ہے، اس کی تیاری اور نظر ثانی میں ۳۹ علماء کرام، مفتیان کرام اور یونیورسٹیوں کے پروفیسران حضرات کی اراء شامل ہیں، اور تمام مکاتب فکر کے بڑے چھوٹے ۱۸۲۹ حضرات کی توثیق اور دستخط سے شائع ہوا ہے۔ توثیق کرنے والوں کے نام اس ترتیب سے ہیں: ۱۔ پروفیسر ساجد میر امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان، ۲۔ علامہ محمد احمد لدھیانوی سرپرست اہل سنت والجماعت، ۳۔ مولانا فضل الرحمان خلیل مہتمم جامعہ خالد بن ولید اسلام آباد، ۴۔ صاحبزادہ محمد خالد رضا چیئرمین سنی اتحاد کونسل، ۵۔ مفتی عبدالرحیم جامعہ الرشید کراچی، ۶۔ علامہ ناصر عباس جعفری سیکرٹری جنرل وحدت المسلمین پاکستان (شیعہ)، ۷۔ مولانا اورنگزیب فاروقی صدر اہل سنت والجماعت پاکستان.....^(۱)

اس دستاویز اور فتویٰ کے ایک اہم دفعہ ۱۳ میں ہے: "عالم دین اور مفتی کا منصبی فریضہ ہے کہ صحیح اور غلط نظریات کے بارے میں دینی آگہی مہیا کرے اور مسائل کا درست شرعی حل بتائے، البتہ کسی کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کرنا کہ آیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے یا کلمہ کفر کہا ہے، یہ ریاست و حکومت اور عدالت کا دائرہ اختیار ہے۔"^(۲)

^(۱) پیغام پاکستان، ص ۵۹، ادھر تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ط ۲۰۱۸ء

^(۲) حوالہ بالا، ص ۳۱

میں اس دفعہ کے درست ہونے یا نہ ہونے کے حوالہ سے نہیں، بلکہ سپاہ صحابہ والوں کے کردار کے تناظر میں اس پر تبصرہ کر رہا ہوں، وہ یہ کہ ابتداء سے لے کر اب تک انہوں نے شیعوں کے خلاف جو کفر کا فتویٰ پراسٹیوٹ طور پر صادر کیا ہے، تو اس دفعہ کی رو سے وہ تو ان کا اختیار ہی نہیں رکھتے۔ کیا یہ ان کے سابقہ قائلین کی قربانیوں اور مشن پر ایک کر اس نشان لگانے کے مترادف نہیں ہے؟ اگرچہ کافی عرصہ سے ان کے جلسوں اور اسٹیج سے کافر کافر لگانے کے نعرے تقریباً بند ہو چکے ہیں، جو اس دفعہ پر عمل کرنے کے عین مترادف ہے۔ اس دفعہ سمیت سب دفعات اور دستاویز کی توثیق اور دستخط کرنے پر قائلین سپاہ صحابہ جتنے بھی جوابات یا تاویلات پیش کریں وہ شاید ان کی سابقہ جدوجہد اور کاز سے مطابقت نہ رکھتی ہوں، اور پھر جمعیت والوں کو بھی اس طرح کی تاویلات کا موقع مل سکتا ہے۔ اور اس دفعہ کی رو سے آئندہ کے لیے بھی ریاستی اداروں کے بغیر مفتیان حضرات کو کسی پر کفر کے حکم اور فتویٰ لگانے کی اجازت اور اختیار نہیں ہوگا، چاہے بڑا بے دین اور ملحد کیوں نہ ہو۔ یہ بات یقیناً لمحہ فکریہ ہے، البتہ ایک بات قابل اطمینان ہے کہ اس دستاویز اور فتوے پر قائد جمعیت مولانا فضل الرحمان صاحب اور فخر جمعیت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب کے دستخط نہیں ہیں، اس لئے اخلاقی طور پر بھی وہ اس کے پابند نہیں ہیں، واللہ الحمد۔

اور یہ کہنا کہ سپاہ صحابہ یا دوسرے اکابر کا شیعوں سے اتحاد کوئی انتخابی اتحاد نہیں جبکہ متحدہ مجلس عمل کا اتحاد ایک انتخابی اور سیاسی اتحاد تھا۔ تو اس کے جواب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس طرح کا فرق کرنا اطمینان بخش نہیں، اس لیے کہ کسی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ شیعوں سے تو انتخابی اتحاد درست نہیں اور اس کے علاوہ مواقع پر اتحاد کی گنجائش ہے۔ اتحاد اتحاد ہوتا ہے خواہ جس طریقے سے ہو، بلکہ اس طرح کے خالص مذہبی اور تعلیمی مسائل میں اتحاد سیاسی اتحاد سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

باب سوم: تکفیر شیعہ اور مفتیان دارالعلوم دیوبند کا موقف

۱۔ استاد المفتین حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب^۱

حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب^۲ (۱۲۷۵ھ — ۱۳۴۷) نے ۱۲۹۸ھ میں

دارالعلوم دیوبند سے علوم و فنون میں رسمی فراغت حاصل کی، اور اگلے سال وہی مدرس مقرر ہوئے، ۱۳۱۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے منصب پر فائز ہوئے اور تقریباً ۳۶ سال تک آپ بحیثیت صدر مفتی خدمت افتاء انجام دیتے رہے۔ ان کے فتوؤں کا مجموعہ "فتاویٰ دارالعلوم دیوبند" کے نام سے شائع ہوا ہے۔^(۱)

شیعوں کے بارے میں ان کا نظریہ اور موقف ان کے فتاویٰ سے اخذ اور معلوم کیا جاسکتا ہے کہ تمام شیعہ کافر نہیں بلکہ ان میں سے غالی شیعہ کافر ہیں، سوال اور جواب کی شکل میں ان کے چند فتوے پیش خدمت ہیں:

۱۔ (سوال ۹۱) زید نے اپنی لڑکی کی شادی اس طرح کی کہ مجلس ایجاب و قبول میں صرف دو چار شیعہ تھے، وہی گواہ کی حیثیت سے بھی رکھتے ہیں جو غالی ہوتے ہیں، تھے، یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

(الجواب) نکاح کے گواہوں میں فقہاء نے مسلمان گواہوں کی شرط لگائی ہے، شیعہ کے بعض فرقے کافر کے حکم میں ہیں، جو غالی نہیں ہوتے وہ گوفاسق ہیں مگر مسلمان ہیں، احتیاط اس میں ہے کہ یہ نکاح پھر مسلمان سنی گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ کیا جائے۔^(۲)

^(۱) اردو کتب فتاویٰ کا تعارف، طلبہ تخصص فی الفقہ والافتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدر آباد انڈیا، ص

۱۴۳، شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدر آباد، ن ۲۰۱۵ء

^(۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مفتی عزیز الرحمن متوفی ۱۹۲۸ء، ج ۷ ص ۸۲، دارالاشاعت کراچی، ط ۲۰۰۲ء

۲— (سوال ۷۵۳) فرقہ اثنا عشریہ کافر ہیں یا مسلم، سنیہ عورت کا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) روافض کے فرقہ مختلف ہیں، بعض غالی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولوہیت کے قائل ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر افک کے قائل ہیں، وہ باتفاق کافر ہیں۔ اور بعض سب شیخین کرتے ہیں، بعض فقہاء نے ان کو بھی کافر کہا ہے ایسے روافض کے ساتھ مسلمہ سنیہ کا نکاح نہیں ہوتا۔ اور بعض محض تفضیلیہ ہیں وہ کافر نہیں، اگرچہ مبتدع ہیں، ان کے ساتھ نکاح سنیہ کا ہو جاتا ہے۔^(۱)

۳— (سوال ۷۵۴) عورت اہل سنت والجماعت کا نکاح کہ جس کے والدین بھی اہل سنت والجماعت ہوں، شیعہ مرد کے ساتھ کہ جس کے باپ دادا شیعہ ہوں، جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) قال في رد المحتار: وَهَذَا ظَهَرَ أَنَّ الرَّافِضِيَّ إِنْ كَانَ مِمَّنْ يَعْتَقِدُ الْأُلُوهِيَّةَ فِي عَلِيٍّ، أَوْ أَنَّ جَبْرِيلَ غَلَطَ فِي الْوَحْيِ، أَوْ كَانَ يُنْكِرُ صُحْبَةَ الصَّدِّيقِ، أَوْ يَقْذِفُ السَّيِّدَةَ الصَّدِيقَةَ فَهُوَ كَافِرٌ لِمُخَالَفَتِهِ الْقَوَاطِعَ الْمَعْلُومَةَ مِنَ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ يُفْضَلُ عَلِيًّا أَوْ يَسُبُّ الصَّحَابَةَ فَإِنَّهُ مُبْتَدِعٌ لَا كَافِرٌ الْخ. ^(۲)

اس عبارت سے واضح ہے کہ رافضی اگر منکر قطعیات ہے، جیسے قائل ہونا افک اور قذف حضرت صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کا، تو قطعاً کافر ہے، نکاح اس کا سنیہ مسلمہ

^(۱) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۷ ص ۳۳۲

^(۲) رد المحتار، فصل فی المحرمات، ج ۳ ص ۴۶

سے درست نہیں ہے بالکل باطل ہے، لأن اختلاف الملة مانع عن صحة النكاح كذا في كتب الفقه. اور واضح ہو کہ سب شیخین کو بھی اگرچہ بعض فقہاء نے کفر کہا ہے، لیکن عندا لمحققین وہ فسق و بدعت ہے، کفر نہیں ہے، لیکن اگر سب شیخین کے ساتھ حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کی صحبت کا انکار ہو جو کہ نص قطعی سے ثابت ہے یا حضرت صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے افک کے قائل ہو تو پھر باتفاق کافر ہے۔ اور تبراً گو غالباً حضرت صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے قذف و افک کے بھی قائل ہوتے ہیں، اور اس سے خوش ہوتے ہیں، لہذا ایسے روافض کے کفر میں کچھ خفا نہیں ہے، اور نکاح اس کا سنیہ مسلمہ سے درست نہیں ہے۔^(۱)

۴— (سوال ۷۵۶) ایک عورت سنی مذہب ایک مرد شیعہ سے بیاہی گئی ہے، اس کے جبر و اکراہ و تبدیل مذہب و اطوار و غیرہ سے نہایت تنگ ہے، علیحدگی کی خواستگار ہے، طلاق نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں عورت مذکورہ کا نکاح دوسرے مرد سنی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) اقول وبالله التوفيق، فرقه شيعه کی تکفیر و عدم تکفیر میں اختلاف ہے، والا صح عدم التكفير، اور بعض فقہاء حکم ان کا اہل کتاب سا فرماتے ہیں، پس بناءً علیہ صورت مسئلہ میں نکاح اس عورت مسلمہ سنیہ کا مرد شیعہ سے نہیں ہوا ہے، عورت مذکورہ بدون طلاق شوہر عقد ثانی کر سکتی ہے، اور سنی کو دختر اپنی شیعہ کو دینا درست نہیں ہے۔^(۲)

۵— (الجواب) روافض جو سب شیخین کرتے ہیں ان کے کفر میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے ان کی تکفیر کی ہے اور محققین علماء عدم تکفیر کے قائل ہیں، لیکن جو روافض

^(۱) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، ج ۷ ص ۳۳۲، ۳۳۳

^(۲) حوالہ بالا، ج ۷ ص ۳۳۲

انک حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قائل ہیں وہ باتفاق کافر ہیں۔ اسی طرح بعض دیگر عقائد روافض غالیہ کے، مثلاً یہ کہ حضرت جبرئیل نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خداتھے، وغیرہ وغیرہ، یہ اعتقاد باتفاق اہل سنت کفر ہیں۔^(۱)

۶۔ (الجواب) روافض کے کئی گروہ ہیں اور عقائد بھی مختلف ہیں، اگر کسی گروہ

کا عقیدہ کفر کی نوبت کو نہ پہنچا ہو اس سے نکاح درست ہے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خدا قرار دینا، یا یہ کہ حضرت جبرئیل نے وحی میں غلطی کی، یا حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی صحبت کا انکار کرنا، یا حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو مستم کرنا وغیرہ ذلک، جو عقیدہ خلاف نصوص قطعیہ ہو وہ کفر ہے، ایسے عقیدے والے سے نکاح درست نہیں ہے۔ اور اگر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو فضیلت دیتا ہو یا سب صحابہ کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہے بلکہ فاسق ہے، نکاح درست ہے۔^(۲)

۲۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ (۱۳۱۴ھ — ۱۳۹۶ھ) نے ۱۳۳۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں درس نظامی سے فراغت حاصل کی، اور پھر دارالعلوم ہی میں استاد کی حیثیت سے تقرر ہوا، پھر اپنے استاد حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کی نیابت میں افتاء کی خدمت انجام دی، اور ۱۳۴۹ھ میں صدر کے منصب پر فائز ہوئے۔^(۳)

(۱) عزیز الفتاویٰ، ج ۱ ص ۴۰۰، ۴۰۱، دارالاشاعت کراچی، ط ۲۰۰۱ء

(۲) حوالہ بالا، ج ۱ ص ۴۰۳

(۳) اردو کتب فتاویٰ کا تعارف، طلبہ تخصص فی الفقہ والافتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدر آباد انڈیا، ص ۱۴۴، شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدر آباد، ن ۲۰۱۵ء، فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات، آفتاب غازی / عبدالحسین قاسمی، ص ۸۳، ۸۴، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ط ۲۰۱۱ء

سوال اور جواب کی شکل میں ان کے بھی چند فتوے پیش خدمت ہیں:

۱— فِي الْبَحْرِ عَنِ الْجَوْهَرَةِ مَعْزِيًّا لِلشَّهِيدِ مَنْ سَبَّ الشَّيْخَيْنِ أَوْ طَعَنَ فِيهِمَا كَفَرَ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ، وَبِهِ أَخَذَ الدَّبُوسِيُّ وَأَبُو اللَّيْثِ، وَهُوَ الْمُخْتَارُ لِلْفَتَوَى انْتَهَى، وَجَزَمَ بِهِ فِي الْأَشْبَاهِ وَأَقَرَّهُ الْمُصَنِّفُ. هذا ولكن رواه الشامي رداً بليغاً فقال أولاً انه ليس بموجود في الجوهرة، ثم قال على فرض ثبوت ذلك في عامة نسخ الجوهرة لا وجه له يظهر، لما قدّمناه من قبول توبة من سب الأنبياء عندنا، ثم قال نعلم ان ما ذكره في الخلاصة من انه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح، ثم قال نعم لا شك في تكفير من قذف السيّد عائشة - رضي الله تعالى عنها - أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الألوهية في علي أو أن جبريل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن. ^(۱)

عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ روافض کے مختلف فرقوں میں سے جو فرقے ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہیں، مثلاً صحبت صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا انکار کریں، یا حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر تہمت رکھتے ہیں، یا قرآن مجید کو محرف اور غیر معتبر کہتے ہیں، یہ لوگ تو قطعاً باجماع امت کافر ہیں، اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے، مگر خلفائے ثلاثہ پر تبرا کرتے ہیں ان کے کفر میں اختلاف ہے، مگر احتیاط اس میں ہے جس کو شامی نے اختیار کیا ہے کہ تکفیر نہ کی جائے، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ فاسق ہیں۔... ^(۲)

^(۱) شامی باب المرتد، ج ۳ ص ۳۱۹، ۳۲۰

^(۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (امداد المفتین) مفتی محمد شفیع متوفی ۱۹۷۶ء، ج ۲ ص ۱۳۶، ۱۳۷

۲— (سوال) ایک عورت شیعہ (غیر منکوحہ) کو ایک اہل سنت والجماعت لے گیا اور اس سے نکاح کر لیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) اگر یہ عورت کسی ایسی بات کا عقیدہ نہیں رکھتی جو صراحتاً قرآن اور قطعیات اسلام کے خلاف ہو تو نکاح درست ہو گیا۔ مثلاً اس کا عقیدہ نہ رکھتی ہو کہ معاذ اللہ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر جو تہمت لگائی گئی تھی وہ صحیح ہے، وامثال ذلک، العرض رافضی عورت سے بشرط مذکور نکاح صحیح ہے۔^(۱)

۳— (الجواب) روافض میں فرقے بہت مختلف العقائد والخیال ہیں، اور اسی بنا پر ہمیشہ متقدمین و متاخرین علماء ان کے بارے میں مختلف رہے ہیں، بعض حضرات نے مطلقاً کافر کہہ دیا، بعض نے مطلقاً تکفیر میں احتیاط کی، اور بعض نے تفصیل کی، جو روافض قطعیات اسلام کے خلاف کوئی عقیدہ رکھتے ہوں وہ کافر ہیں، مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معبود ہی کہتے ہوں، یا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت رکھتے ہوں، جو قرآن کے نص قطعی کے خلاف ہے وغیر ذلک۔ اور جو لوگ ایسا عقیدہ نہیں رکھتے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسرے صحابہ پر افضل کہتے ہیں وہ کافر نہیں، البتہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ اور تبرا کرنے والے شیعہ بھی صحیح قول یہ ہے کہ کافر نہیں، فاسق ہیں۔^(۲)

۴— (الجواب) بعض شیعہ باعتبار عقیدہ کافر ہیں اور بعض فاسق و مبتدع ہیں، جن کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہتے ہیں، اور یہ کہ جبرئیل نے وحی لانے میں غلطی کی، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر ہیں، اور حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر افتراء کے قائل ہیں وہ باتفاق فقہاء کافر ہیں،

^(۱) حوالہ بالا، ج ۲ ص ۲۲۲

^(۲) حوالہ بالا، ج ۲ ص ۲۲۳

اور ایسے شیعہ سے نکاح لڑکی سنیہ کا منعقد ہی نہیں ہوتا۔^(۱)

۳— حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی صاحبؒ (۱۳۲۵ھ—۱۴۱۷ھ) نے ۱۳۵۰ھ کو دارالعلوم دیوبند میں اور ۱۳۵۱ھ کو دوبارہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورہ حدیث کی کتابیں پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل کی، اور ساتھ فتویٰ نویسی کی تربیت بھی حاصل کی، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی خواہش پر وہی پر معین مفتی کی حیثیت ان کا تقرر ہوا۔ اور ۱۳۸۵ھ میں صدر مفتی کی حیثیت سے ان کا دارالعلوم دیوبند میں تقرر ہوا۔^(۲)

شیعوں کے متعلق سوالات اور ان کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱— بے خبری میں شیعہ تہرائی سے نابالغہ کے نکاح ہونے اور پھر حقوق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت سے محروم ہونے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں: "فرقہ تہرائیہ کی تکفیر میں اکثر علماء کی تصریحات موجود ہیں، مگر بعض نے انکار بھی کیا ہے، لہذا صورت مسئلہ میں زوجہ کو چاہیے کہ عدالت مسلمہ میں مقدمہ پیش کرے کہ یہ شخص میرے حقوق ادا نہیں کرتا، حاکم مسلم واقعات کی تحقیق و تفتیش کے بعد اگر زوجہ کا مطالبہ صحیح ثابت ہو تو شوہر سے طلاق دلادے یا خلع کرادے یا نکاح فسخ کرادے۔ رسالہ حیلہ ناجزہ میں تفریق اور فسخ نکاح کی صورت تفصیل سے درج ہے جس میں علمائے تھانہ بھون، دیوبند، سہارنپور کے متفقہ دستخط ہیں،

(۱) حوالہ بالا، ج ۲ ص ۴۲۴

(۲) فضلاء دیوبند کی فقہی خدمات، آفتاب غازی / عبدالحسیب قاسمی، ص ۲۹۲—۳۰۵، کتب خانہ

اس کو بغور دیکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب"۔^(۱)

۲— ایک غالی شیعہ زید سے سنی عورت ہندہ کے نکاح کے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں: "اگر زید کفریہ عقائد رکھتا ہے، مثلاً: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کا منکر ہے، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا معتقد ہے، یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی پہنچانے میں غلطی کی، یا اور کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے جو کہ صریح قرآن اور نصوص قطعیہ کے مخالف ہے تو وہ کافر ہے، اس سے ابتدا ہی سے ہندہ کا نکاح صحیح نہیں ہوا، لہذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر زید سب و شتم کرتا ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، بعض تکفیر کرے ہیں بعض تکفیر نہیں کرتے، صرف تفسیق کرتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ رضامندی سے یا ڈرا کر یا لالچ دلا کر زید سے طلاق حاصل کر لی جائے، یا خلع کر لیا جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو حاکم مسلم کی عدالت سے فسخ کر لیا جائے"۔^(۲)

۳— ایک اور سوال جو کہ شیعہ سے نکاح کے بارے میں ہے، کے جواب میں فرماتے ہیں: "زید کا عقیدہ اگر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حلول ہوا تھا، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزمان مان کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی کا اعتقاد رکھتا ہے، یا قرآن شریف کو محرف مانتا

^(۱) فتاویٰ محمودیہ، مفتی محمود حسن گنگوہی متوفی ۱۹۹۶ء، ج ۱۱ ص ۴۵۴، ۴۵۵، دارالافتاء جامعہ فاروقیہ

کراچی، ط ۲۰۰۵ء

^(۲) حوالہ بالا، ص ۴۵۵—۴۵۷

ہے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، یا شیخین کو کافر اعتقاد کرتا ہے، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب و شتم کو حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اگر شروع ہی سے اس کا عقیدہ ایسا ہے تب تو اس سے سنی عورت کا نکاح ہی صحیح نہیں ہوا۔ اور اگر نکاح کے بعد ایسا عقیدہ ہو گیا تو جب سے ایسا عقیدہ ہوا نکاح فوراً فسخ ہو گیا۔^(۱)

۴۔ رافضی سے نکاح کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "جو رافضی ایسا عقیدہ رکھتا ہو جس پر کفر کا فتویٰ ہے، اس رافضی مرد و عورت سے کسی سنی العقیدہ مرد و عورت کا نکاح درست نہیں۔ جس کا عقیدہ کفریہ نہ ہو ایسی عورت سے سنی مرد کا نکاح میں وہی تفصیل ہے جو نمبر: ۱ میں ہے (یعنی اس عورت کی اصلاح کی امید اور توقع ہو تو اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور اگر توقع نہ ہو بلکہ اس کی طرف مائل ہونے کا خطرہ ہے تو اس سے ہر گز نکاح نہ کرے)، اور ایسے مرد سے سنی العقیدہ عورت کا نکاح بالکل نہ کیا جائے، اور اس میں بظن غالب خطرہ ہی خطرہ ہے۔"^(۲)

۴۔ مفتی نظام الدین اعظمی صاحب^ز

حضرت مفتی نظام الدین اعظمی صاحب^ز (۱۳۲۸ھ — ۱۴۲۰ھ) نے ۱۳۵۲ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، ۱۳۸۵ھ میں دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء تشریف لائے، اور پھر مسند صدارت پر فائز ہوئے۔^(۳)

(۱) حوالہ بالا، ص ۴۵۷، ۴۵۸

(۲) حوالہ بالا، ص ۴۵۸، ۴۵۹

(۳) اردو کتب فتاویٰ کا تعارف، طلبہ تخصص فی الفقہ والافتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد انڈیا، ص ۲۲۸، شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد، ن ۲۰۱۵ء

شیعوں کے متعلق سوالات اور ان کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱— سوال زید بدعتی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کلام مجید چالیس پارے نازل ہوئے تھے، جس میں تیس پارے تو دنیا میں موجود ہیں، اور باقی پاروں کا کوئی عالم نہیں جانتا، بلکہ یہ پارے فقراء کے پاس ہیں، اور ان کو وہی جانتے ہیں۔ مفصل تحریر فرمائے، اس پر یہاں جھگڑا ہو رہا ہے۔ جواب: "یہ عقیدہ باطل اور کفریہ ہے، یہ عقیدہ بعض روافض کا ہے۔ قرآن پاک جتنا اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے، سب بعینہ موجود ہے"۔^(۱)

۲— شیعوں کے عقیدہ خلافت بلا فصل، سنیوں کی ایک مسجد میں شیعوں کی اذان اور ان کے کفر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی نظام الدین اعظمیؒ فرماتے ہیں: "خلیفہ بلا فصل کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت سرکارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد براہِ راست حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مستحق خلافت تھے، مگر ان حضرات نے خلافت غصب کر لیا۔ چنانچہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور ان کی موافقت کرنے والے تمام صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے حق خلافت علی غصب کر لیا اور سب غاصب ہیں، اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے موافقین ڈر کے مارے خاموش رہے۔ اور اسی جگہ سے تقیہ کی بنیاد ان میں پڑتی ہے، اور جب پوچھو وہ تقیہ کر جاتے ہیں، اور اپنا صحیح عقیدہ چھپا لیتے ہیں اور اس چھپانے کو جزو ایمان سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کو غاصب کہنا یا حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے موافقین کو ڈرپوک بنانا (نعوذ باللہ منہا) مہذب گالی اور سخت گناہ ہے، اور یہ ان کا تبرک ادا دینی درجہ ہے۔ عقل کے کورے اپنے

^(۱) نظام الفتاویٰ، مفتی نظام الدین اعظمی متوفی ۲۰۰۰ء، ج ۱ ص ۱۸۲، مفتی نظام الدین اعظمی، مکتبہ

عقیدہ بلا فصل میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بھی توہین کر گئے، اور خبر بھی نہیں ہوئی، اس لیے ایسی اذان دینے کی ہر گز اجازت شرعاً نہیں ہو سکتی اور نہ اجازت دینی چاہیے، قطعاً روک دینا ضروری ہے، اور اذان چوں کہ شعار اور پہچان ہوتی ہے، اور یہ اذان شیعوں کا شعار ہے، اس کے ذریعہ وہ اپنے مذہب و دین کی ترویج کرنا چاہتے ہیں، اس لیے بھی قطعاً یہ اذان روک دینا ضروری ہے۔ سنیوں پر خود ضروری ہے کہ وہ اہل سنت والجماعت کی اذان کا انتظام کر کے ان کو اس کا موقع ہی نہ دیں، البتہ کافر کہنے میں جو کہ انتہائی احتیاط کا حکم ہے، اس لیے جب تک دلیل شرع سے ثابت نہ ہو جائے کہ اس شیعہ کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ نعوذ باللہ حضرت جبریل علیہ السلام سے غلطی ہوئی کہ وحی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے یا اسی قسم کا اور کوئی کفری عقیدہ ثابت نہ ہو جائے، جیسے یہ عقیدہ ہو کہ قرآن پاک چالیس پارے تھا، دس پارے سنیوں نے چھپا دیا وغیرہ، تو یہ بھی کفری عقیدہ ہے ایسے عقیدہ والوں کے بھی کفر میں شبہ نہ ہوگا۔ یہ شیعہ اپنے عقیدے چھپائے رکھتے ہیں، زبان سے ظاہر نہیں کرتے، بلکہ ان کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، اس لیے ان سے بہت احتیاط رکھنا واجب ہے۔^(۱)

۳۔ شیعہ قوم کے مسلمان اور اس سے تعلقات کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مفتی صاحب فرماتے ہیں: "جو شیعہ کسی نص شرعی کا منکر ہو مثلاً حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) پر تہمت رکھتا ہو یا صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پر تبرا کرتا ہو یا قرآن کریم میں تحریف کا قائل ہو یا مثلاً حضرت جبریل (علیہ السلام) سے وحی لانے میں غلطی ہو گئی وغیرہ وغیرہ، تو وہ بلاشبہ کافر ہے۔ اس کو لڑکی دینا کسی طرح

جائز نہیں، ہاں اس کی ایسی لڑکی لے لینا جس کے صحیح العقیدہ سنی ہو جانے کا ظن غالب ہو، جائز ہو سکے گا، باقی احتیاط کے حلاف ہو گا۔ اور چوں کہ شیعوں کا ایک بنیادی عقیدہ تقیہ کا ایسا ہے کہ ان کے عقیدے سب مخفی رہتے ہیں، اور ان کے مذکورہ بالا عقیدوں سے براءت کے باوجود اعتبار کرنا مشکل رہتا ہے۔ نیز ان کے یہاں ایک سنی کو ناپاک چیز تک کھلانا مذموم نہیں، بلکہ بسا اوقات عبادت کے درجہ میں اور فعل مستحسن ہونا دیکھا گیا ہے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے ان سے خلط ملط نہ رکھنا اور بچنا ضروری رہتا ہے۔ کوئی شیعہ ہماری یعنی سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے آجائے اور نماز پڑھے یا ہمارے امام کے پیچھے اور اقتداء میں نماز ادا کرے اور کوئی گڑ بڑ نہ کرے اور نہ اس سے کسی گڑ بڑ کا اندیشہ ہو، اور اس کے کافر ہونے کا یقین نہ ہو تو اس پر لعن و طعن نہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح کسی ایسے شیعہ کی نماز جنازہ پڑھنا پڑے جس کے کافر ہونے کا یقین نہ ہو اور کوئی سنی اس کی نماز جنازہ پڑھا دے اور سنی امام کی اقتداء میں دوسرے سنی بھی شریک ہو جائیں، اور اس طریقہ پر عمل سے کسی گڑ بڑ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو ایسا کرنے والے پر بھی لعن و طعن وغیرہ نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ طریقہ عمل تبلیغ حق کا یا ان کے سنیوں کے قریب یا سنت کے قریب آنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔^(۱)

باب چہارم: بعض اکابر کے فتوے اور ان کی وضاحت

اب ہم چند اکابر کے ان فتوؤں کو نقل کرتے ہیں جن سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات علی الاطلاق شیعوں کے کفر کے قائل ہیں، ساتھ ان کی وضاحت بھی پیش کریں گے، جس سے یہی سمجھ میں آئے گا کہ ان اکابر کی طرف بھی علی الاطلاق تکفیر کے قول کی نسبت محل نظر ہے۔ اور ساتھ علامہ شامیؒ وغیرہ اکابر کی بھی تحقیق نقل کی ہے، تاکہ اس موضوع پر کسی حد تک بصیرت حاصل ہو جائے۔

۱۔ فقہ النفس حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کا فتویٰ

۱۔ سوال: روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز یا نہیں اور ان کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں، مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی، حرام ہے یا غیر حرام اور عند التقویٰ کیسا ہے؟

جواب: "رافضی کے کفر میں اختلاف ہے، جو علماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے بعض نے مرتد کا، پس در صورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مرد سنی کا نکاح درست ہے، اور عکس اس کے ناجائز، اور بصورت ارتداد ہر طرح ناجائز ہوگا، اور جو ان ک و فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے، مگر بہر حال اولیٰ ہے فقط، واللہ تعالیٰ اعلم" (۱)۔

۲۔ سوال: رافضی تبرائی کے جنازہ کی نماز جو کہ اصحاب ثلاثہ کی شان میں کلمات بے ادبی کہتا ہے، پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ جواب: ایسے رافضی کو اکثر کافر فرماتے ہیں، لہذا اس کی صلوٰۃ جنازہ پڑھنی نہ چاہیے۔ (۲)

۳۔ جو لوگ شیعہ کو کافر کہتے ہیں ان کے نزدیک تو اس کی لعش کو ویسے ہی کپڑے

(۱) جدید مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ، مفتی رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، ص ۲۱، اشاعت اکیڈمی پشاور، ط ۲۰۱۲

(۲) حوالہ بالا، ص ۳۱۴

میں لپیٹ کر داب دینا چاہیے، اور جو لوگ فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ان کی تجہیز و تکفین حسب قاعدہ ہونا ان کے نزدیک چاہیے۔ اور بندہ بھی ان کی تکفیر نہیں کرتا۔^(۱)

۴—سوال: روافض و اہل سنن میں مناکحت جائز ہے یا نہیں؟ جواب: "جن لوگوں کے نزدیک روافض کا حکم مرتدین کا ہے ان کے نزدیک ہر گز نکاح جائز نہیں، اور شاہ عبد العزیز صاحب علیہ الرحمۃ کا فتویٰ اسی پر ہے، اور جن لوگوں کے نزدیک رافضیوں کا حکم اہل کتاب کا ہے تو ان کے نزدیک رافضیہ عورت کا مرد سنی سے نکاح جائز ہے اور عورت سنیہ کا مرد رافضی سے جائز نہیں، اور بعض علماء نے ان کو فاسق کہا ہے تو اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے مگر اچھا نہیں، کہ اس میں فساد دین کا ہے۔ اور بندہ کے نزدیک روافض کا حکم اہل کتاب کا ہے۔"^(۲)

۵—سوال: جو عورت سنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رافضی کے بخوشی خاطر رہ چکی ہو، پھر رافضی یا دوسری شے کو حیلے قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہو جائے اور سنی سے نکاح کر ليوے، تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کیا حکم رکھتا ہے، اور اولاد سنی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سنی کے ترکہ سے محروم الارث ہوگی یا نہیں؟

جواب: "جس کے نزدیک رافضی کا فرہے وہ فتویٰ اول ہی سے بطلان نکاح کا دیتا ہے، اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے، پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے، اور جو فاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک یہ امر ہر گز درست نہیں، کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے، اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ علی ہذا رافضی اولاد سنی کو ترکہ سنی سے نہ ملے گا، فقط۔"^(۳)

^(۱) حوالہ بالا، ص ۳۲۴

^(۲) حوالہ بالا، ص ۵۵۵

^(۳) حوالہ بالا، ص ۵۶۰، ۵۶۱

۶ — تذکرۃ الرشید ص: ۸۶ ج: ۲ میں مذکور ہے: "ایک مرتبہ مولوی محمد حسن صاحب نے دریافت کیا کہ تکفیر روافض کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا: ہمارے اساتذہ توشاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے برابر تکفیر ہی کے قائل ہیں، بعضوں نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے، اور بعضوں نے مرتد کا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی کیا رائے ہے؟ ارشاد فرمایا: میرے نزدیک تو ان کے علماء کافر ہیں، اور جہلاء فاسق"۔^(۱)

حضرت مفتی صاحبؒ کے ان سارے فتوؤں سے بآسانی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ علی الاطلاق تکفیر شیعہ کے قائل نہیں، اس لیے کہ عام طور پر تو اس مسئلے میں فقہاء کرام کے اختلاف کا ذکر فرمایا اور پھر سوال سوم میں عدم تکفیر کے قول کو اختیار فرمایا، اور سوال پنجم میں جب نکاح کا مسئلہ آیا تو تکفیر اور بطلان نکاح کے قول کو اختیار فرمایا، اور سوال ششم میں روافض کے علماء کو کافر اور جہلاء کو فاسق قرار دیا۔ اس لیے ایک فتویٰ کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ سب کو سامنے رکھ کر پھر ایک رائے قائم کرنا اور فیصلہ کرنا معتبر ہے۔

۲ — فقیہ الملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا فتویٰ

۱ — "اثنا عشریہ شیعہ کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت کے حکم" کے سوال کے جواب میں فتاویٰ مفتی محمود میں ہے: "تنبيه الولاة الحکام علی شاتم خیر الانام لمولانا محمد امین الشہیر بابن عابدین الشامی صفحہ ۲۶۷ میں ہے: وأما من سب أحداً من الصحابة فهو فاسق ومبتدع بالاجماع إلا إذا اعتقد أنه مباح أو يترتب عليه الثواب كما عليه بعض الشيعة أو اعتقد كفر الصحابة فإنه كافر بالاجماع."

(۱) تعلیق / حاشیہ جدید مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ، مفتی رشید احمد گنگوہی، ص ۲۱، اشاعت اکیڈمی پشاور، ط ۲۰۱۲

موجودہ وقت میں پاکستان کے شیعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سب (گالی) کو حلال موجب ثواب سمجھتے ہیں، اس لیے یہ اسلام سے خارج ہے، ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، اسے معزول کر دینا واجب ہے... " (۱)

یہ وہ فتویٰ ہے جس کی وجہ سے قائدین سپاہ صحابہ نے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو مولانا فضل الرحمان صاحب کے والد محترم مفتی محمود صاحبؒ نے پاکستان کے تمام شیعوں کو اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے جو کہ سپاہ صحابہ کے موقف کی تائید ہے۔ انہوں نے یہ فتویٰ نہ صرف شیعوں کے کفر میں بطور استدلال پیش کیا، بلکہ ساتھ جمعیت اور قائد جمعیت کے خلاف بطور پروپیگنڈہ بھی استعمال کیا، اس طور پر کہ قائد جمعیت تو شیعوں کو کافر نہیں کہتے جبکہ ان کے والد محترم مفتی محمود صاحبؒ نے ان کے کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔

اس موقع پر ان کے لیے ضروری تھا کہ اس فتاویٰ کے مزید ابواب اور جلدوں کا مطالعہ کر کے شیعوں کے متعلق فتوے اور سوالات اور جوابات کو سامنے رکھتے، اور پھر مذکورہ جواب کا دوسرے جوابات سے موازنہ کرتے، تاکہ ان کے سامنے اس بارے میں مفتی صاحبؒ کے رائے اچھی طرح واضح ہو جاتی۔ مذکورہ فتویٰ اور جواب کے متعلق ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ اس کے آخر میں نہ یہ وضاحت ہے کہ یہ فتویٰ مفتی صاحب کے قلم سے صادر ہوا ہے، جس کے لیے کتاب میں عموماً "کتبہ محمود عفا اللہ عنہ" جیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں، اور نہ اس میں یہ وضاحت ہے کہ "الجواب صحیح، محمود عفا اللہ عنہ" تاکہ یقین ہو جاتا کہ یہ فتویٰ مفتی صاحب کی تصدیق اور تائید سے جاری ہوا ہے۔ اس لیے ممکن ہے کہ یہ فتویٰ اور جواب ان کے علاوہ کسی اور دوسرے مفتی صاحب کا ہو، کیوں کہ

(۱) فتاویٰ مفتی محمود، مفتی محمود متوفی ۱۹۸۰ء، ج ۳ ص ۶۷، ناشر محمد ریاض درانی، ط ۲۰۰۴ء

فتاویٰ مفتی محمود میں صرف حضرت مفتی محمود صاحبؒ کے فتوے نہیں، بلکہ اس میں ان کے علاوہ دوسرے ان مفتیان حضرات کے فتوے بھی ہیں جو جامعہ قاسم العلوم ملتان کے شعبہ افتاء سے منسلک رہ چکے ہیں۔^(۱)

اس فتاویٰ کے مختلف ابواب میں شیعوں کے متعلق سوالات اور جوابات ہیں، ہم ان میں سے چند ایسے فتاوے اور جوابات نقل کرنا چاہتے ہیں جن کے بارے میں ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مفتی کے اپنے ہاتھ اور قلم سے یا ان کی تصدیق اور تائید سے جاری ہوئے ہیں۔

۲۔ شیعوں سے رشتہ کرنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سب و شتم کرنے کو جو شخص جائز بلکہ موجب ثواب سمجھتے ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، ان سے رشتہ کرنا جائز نہیں، مسلمان کو ان سے کسی قسم کا رشتہ کرنا جائز نہیں۔ البتہ ان کی لڑکی کا نکاح مسلمان اہل سنت والجماعت کے ساتھ باوجود مسلمان نہ ہونے کے جائز ہے، یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے، بشرطیکہ وہ لڑکی خود مسلمان سنی سے شیعہ تہرائی نہ بنی ہو بلکہ پیدائشی شیعہ ہو، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی اہل کتاب کے ذبیحہ کے حکم میں ہو کر حلال ہوگا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے ساتھ گھر میں خصوصی تعلقات قائم کیے جائیں، البتہ ان سے ایسا اختلاط کرنا بھی درست نہیں جس سے مسلک میں فساد پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اور جو شیعہ سب و شتم کو جائز نہ سمجھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت نہ باندھے اور قطعاً اسلام کا انکار نہ کرے وہ مسلمان ہیں، ان سے رشتہ کرنا وغیرہ تعلقات جائز ہیں، البتہ وہ سنی لڑکی کا کفو نہیں ہے،

(۱) اردو کتب فتاویٰ کا تعارف، طلبہ تخصص فی الفقہ والافتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدر آباد انڈیا، ص

سنی لڑکی کا نکاح اس کے اولیاء کی مرضی سے ان کے ساتھ جائز ہے، اور بلا مرضی اولیاء کے جائز نہیں۔ واللہ اعلم"۔ محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔^(۱)

۳۔ شیعوں سے تعلقات قائم کرنے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "واضح رہے کہ جو شیعہ ایسا ہو جو کسی مسئلہ ضروریہ کا انکاری ہو، مثلاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا قائل ہو، یا تحریف قرآن کا قائل ہو، یا جبرئیل علیہ السلام کو وحی پہنچانے میں غلطی کرنے کا قائل ہو، یا صحبت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکاری ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت (قذف) لگانا ہو یا سب صحابہ کو جائز اور کار خیر سمجھتا ہو تو ایسا شیعہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور ان کے ساتھ کسی قسم کے موالات اور دوستی رکھنا جائز نہیں۔

قال ابن عابدين في رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۴ وَهَذَا ظَهَرَ أَنَّ الرَّافِضِيَّ
إِنْ كَانَ مِمَّنْ يَعْتَقِدُ الْاَلُوْهِيَّةَ فِي عَلِيٍّ، اَوْ اَنَّ جِبْرِيلَ غَلَطَ فِي الْوَحْيِ، اَوْ كَانَ
يُنْكِرُ صُحْبَةَ الصِّدِّيقِ، اَوْ يَقْذِفُ السَّيِّدَةَ الصِّدِّيقَةَ فَهُوَ كَافِرٌ لِمُخَالَفَتِهِ
الْقَوَاطِعَ الْمَعْلُومَةَ مِنَ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ- الخ-

اور اگر وہ شیعہ اسلام کے کسی مسئلہ ضروریہ کا انکاری نہ ہو تو وہ مسلمان ہے، لیکن پھر بھی تفضیل علی اور سب صحابہ کی وجہ سے فاسق اور مبتدع ضرور ہے، ان کے موالات سے بھی حتی الامکان مذہبی امور میں بچنا ضروری ہے، بوقت ضرورت سلام وکلام ان کے ساتھ جائز ہے، لیکن آپس میں رشتہ وغیرہ کے بارے میں بہر حال ان سے بھی اجتناب اچھا ہے۔

(۱) فتاویٰ مفتی محمود، مفتی محمود متوفی ۱۹۸۰ء، ج ۱ ص ۲۱۶، ناشر محمد ریاض درانی، ط ۲۰۰۴ء

قال ابن في رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۴ بِخِلَافِ مَا إِذَا كَانَ يُفَضَّلُ عَلِيًّا
أَوْ يَسُبُّ الصَّحَابَةَ فَإِنَّهُ مُبْتَدِعٌ لَا كَافِرٌ. الخ. فقط والله اعلم. الجواب صحیح۔
لیکن مذہبی امور میں پختگی سے اپنے موقف پر قائم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے
فساد سے احتراز کیا جاوے، تبلیغ دین میں احسن طریق کو اختیار کیا جاوے۔ واللہ اعلم۔
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔^(۱)

۴۔ شیعوں سے نکاح اور جنازہ وغیرہ کے تعلقات کے متعلق ایک سوال کے
جواب میں فرماتے ہیں: "موجودہ وقت میں شیعہ پاکستانی اکثر ایسے ہیں جو حضرات
صحابہ کرام خصوصاً شیخین رضی اللہ عنہما کو سب (گالی) العیاذ باللہ دیتے ہیں اور اسے
حلال باعث ثواب سمجھتے ہیں۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے متعلق افک
کے قائل ہیں۔ اس لیے ان سے ہر صورت میں پرہیز کرنا لازم ہے۔ کسی قسم کے تعلق
ان سے نہ رکھا جائے۔ واللہ اعلم۔" محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔^(۲)

۵۔ شیعہ کے ذبیحہ حلال اور حرام ہونے کے متعلق ایک سوال کا جواب ہے:
شیعہ اگر بڑا سخت غالی ہے اس حد تک کہ اس کا غلو کفر تک پہنچ گیا ہے اور اس کے
معتقدات کسی نص سے متصادم ہیں، پھر وہ تو بمنزلہ مرتد کے ہے اور اس کا ذبیحہ حلال
نہیں ہے۔ اور اگر شیعہ ہے لیکن کافر نہیں ہے اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ قال فی
الدر المختار علی هامش الشامیہ ص ۲۹۸ ج ۶ لا تحل ذبیحۃ غیر کتابی
من وثنی و مجوسی و مرتد، بخلاف یہودی او مجوسی تنصر، لانه یقر علی

^(۱) حوالہ بالا، ج ۱ ص ۲۲۹، ۲۳۰

^(۲) حوالہ بالا، ج ۲ ص ۶۰۳

ما انتقل اليه عندنا. وقال الشامي تحت قوله "بخلاف يهودي" مرتبط بقوله ومرتد، وقوله لانه يقر الخ هو الفرق بينهما فان المسلم اذا انتقل الى اي دين كان لا يقر عليه. فقط والله تعالى اعلم". حرره عبداللطيف غفرله معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔^(۱)

تو ان مذکورہ فتوؤں سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مفتی صاحب^۲ علی الاطلاق تکفیر شیعہ کے قائل نہیں، ان کے نزدیک اس میں غالی اور غیر غالی شیعہ کا فرق ملحوظ ہے۔

۳۔ متفقہ فتویٰ کی وضاحت

دور حاضر میں شیعوں کے کفر کے فتوؤں میں سے سب سے مشہور فتویٰ وہ ہے جو "خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ استفتاء ایک طویل سوال کی شکل میں لکھنؤ کے محقق عالم حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب^۲ نے مرتب فرمایا اور فتویٰ اور جواب دارالعلوم دیوبند کے محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب^۲ نے تحریر فرمایا، پھر ہندوپاک کے علماء اور مفتیان کرام نے اپنی تصدیق اور توثیق دستخط ثبت فرمادیئے۔^(۲)

اس استفتاء کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ (۱) حضرت شیخین صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں ان کا (اثنا عشریہ) عقیدہ ہے کہ وہ (معاذ اللہ) اگلی

^(۱) حوالہ بالا، ج ۹ ص ۵۵۸

^(۲) فتاویٰ بینات، ج ۱ ص ۱۷۹، مجلس دعوت و تحقیق اسلامی، مکتبہ بینات کراچی، ط ۱۷۰۱ء

امتوں اور اس امت کے خبیث ترین کافروں (فرعون، نمرود اور ابو جہل و ابو طالب) سے حتیٰ کہ شیطان ملعون و مردود سے بھی بدتر درجہ کے کافر تھے۔ (۲) اور یہ کہ موجودہ قرآن محرف ہے، اس میں کمی اور بیشی ہوئی ہے۔ یہ بعینہ وہ کتاب اللہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ (۳) تیسرا یہ کہ ان کا بنیادی عقیدہ امامت ختم نبوت کی قطعی نفی کرتا ہے، لہذا وہ اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے ختم نبوت کا منکر ہیں، اگرچہ زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں، جس طرح قادیانی بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خاتم النبیین اور خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔^(۱)

اس کے جواب میں محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحبؒ فرماتے ہیں: "اثنا عشریہ شیعہ بلا شک و شبہ کافر مرتد ہیں، کیونکہ تحریف قرآن کے برملا قائل اور معتقد ہیں..."^(۲)

اب ظاہر بات ہے کہ مذکورہ عقائد جن کے ہوں ان کے کفر میں کون شک کرے گا، ان میں سے ایک عقیدہ مثلاً تحریف بھی کسی کا ہو تو وہ اسلام سے خارج ہو گا۔ اس لیے اس فتوے پر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے سابق مفتی اور شیخ الحدیث مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونگیؒ اور دوسرے مفتیان کرام کے ساتھ دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام کے بھی دستخط ہیں۔^(۳)

لیکن اس فتوے میں ایک تو "اثنا عشریہ" کی قید اور لفظ ہے، جبکہ شیعہ کے کفر

(۱) خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ص ۸۰، ۸۱، ۹۴، خصوصی اشاعت ماہنامہ

بینات کراچی، مکتبہ بینات علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، تیسرا ایڈیشن

(۲) حوالہ بالا، ص ۹۹—۱۱۲

(۳) حوالہ مذکورہ، ص ۱۲۰—۱۲۶

کے نعرے لگانے والوں نے اس لفظ اور قید کا لحاظ اور رعایت نہیں کی ہے، دوسرے یہ کہ ہماری بحث کے موضوع کا تعلق مطلق شیعہ کے بارے میں سوال سے ہے، نہ کہ مخصوص عقائد کفریہ کو سامنے رکھ کر سوال سے ہے، اس لیے جب دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام سے مطلق شیعہ کے متعلق سوال ہوا ہے تو انہوں نے پھر علی الاطلاق کفر کا جواب اور فتویٰ نہیں دیا، بلکہ تفصیل اور وضاحت کر کے جواب دیا ہے جس کی تفصیل باب سوم میں گزر چکی ہے۔ اور ساتھ یہ کہ شیعوں میں ایسے لوگ اب بھی ہیں جو تحریف قرآن کے منکر ہیں، یہاں تک کہ چند سال پہلے اسلام آباد میں جب ایک رافضی نے خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی، جس سے ملک بھر میں اہل حق کی طرف سے احتجاج اور مذمتی بیانات سامنے آئے، تو بعض شیعہ علماء نے ایک پریس کانفرنس میں اس گستاخ شخص سے لا تعلق کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ یہ حکومت اور سرکار کی سازش ہے، اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، اور ہم اس طرح کی گستاخی کے قائل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حاصل یہ کہ اس فتویٰ میں سوال کو دیکھ کر جواب دیا گیا ہے، اور سوال میں تحریف وغیرہ کفریہ کا ذکر تھا، تو اس کے مطابق تکفیر کا فتویٰ دینا بلاشبہ درست تھا، فتویٰ کے اصولوں میں یہ بھی ہے کہ مفتی سوال کو دیکھ کر جواب دے گا، نفس الامر اور حقیقت حال کی تحقیق اس کے ذمہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اس اصول کے بارے میں فرماتے ہیں: أَنَّ الْفَتْوَى مَبْنِيَّةٌ عَلَى السُّؤَالِ الَّذِي قَدَّمَهُ السَّائِلُ إِلَى الْمَفْتِي، فَيُبَيِّنُ الْمَفْتِي الْحُكْمَ الشَّرْعِيَّ عَلَى فَرْضِ أَنَّ السُّؤَالَ مُطَابِقٌ لِلْوَقْعِ، وَلَيْسَ مِنْ وَظِيفَتِهِ أَنْ يُحَقِّقَ صَحَّتَهُ فِي نَفْسِ الْأَمْرِ بِطَلَبِ الْبَيِّنَةِ وَغَيْرِهَا، وَلِذَلِكَ يَقُولُ الْمَفْتِي: (الْحُكْمُ فِي الصُّورَةِ الْمَسْئُولِ عَنْهَا كَذَا)، وَلَا يُلْزَمُ

منہ أن تكون الصورة المسؤول عنها موافقةً للواقع في نفس الأمر.^(۱)

اور اگر کوئی اثنا عشریہ سے بھی تعلق رکھتا ہو لیکن موجب کفر عقائد سے براءت کا اظہار کرے تو کیا اس کے متعلق بھی کفر کا فتویٰ دیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب فرماتے ہیں: "مسلمہ اصول کی بنا پر یہی سمجھا جاتا ہے اور سمجھا جائے گا کہ جو شخص شیعہ اثنا عشری فرقہ سے وابستہ ہے، اس کے عقائد وہی ہیں جو اس فرقہ کی مستند کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں اور انہیں عقائد کی بنا پر اس کے بارے میں وہ شرعی فیصلہ کیا جائے گا جو راقم سطور کے استفتاء کے جواب میں حضرات علماء کرام و اصحاب فتویٰ نے کیا ہے۔ اگر بالفرض ان میں سے کسی فرد کے عقیدے وہ نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے حق میں وہ فیصلہ نہیں ہوگا۔ لیکن اثنا عشری مذہب میں تقیہ چونکہ نہ صرف جائز بلکہ واجب اور آئمہ معصومین کی سنت و عبادت ہے، جیسا کہ خاص نمبر کے مقدمہ اور اس سے زیادہ تفصیل سے راقم سطور کی کتاب "ایرانی انقلاب" میں لکھا جا چکا ہے، اس لیے اگر کوئی اثنا عشری شیعہ ان عقائد سے انکار کرے جو موجب کفر ہیں تو اس انکار کے بارے میں شک و شبہ رہے گا۔ اور نکاح اور ذبیحہ جیسے معاملات میں احتیاط کے پہلو پر عمل کرتے ہوئے پرہیز کیا جائے گا۔ ہاں اگر ایسے کسی شخص کے بارے میں کسی ذریعہ سے یقین ہو جائے کہ یہ اثنا عشریہ کے موجب کفر عقائد سے بری ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے بارے میں وہ فیصلہ نہیں جائے گا۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر ہے اس کے ساتھ اپنے علم محیط کے مطابق معاملہ فرمائے گا۔"^(۲)

(۱) اصول الافتاء و آدابہ، ص ۱۴، المفاتی محمد تقی العثماني، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ط ۱۴۳۶ھ

(۲) ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، دسمبر ۱۹۸۷ء، بحوالہ خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ

فیصلہ، خصوصی اشاعت ماہنامہ بینات کراچی، حصہ دوم ص ۳۳، مکتبہ بینات کراچی

۴۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحبؒ کا فتویٰ

شیعہ اثنا عشریہ کے کفر کے متعلق ایک فتویٰ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحبؒ نے تحریر فرمایا تھا، جس پر اُس وقت کے کئی اکابرین کے دستخط بھی ہیں، جس میں حضرتؒ نے تحریف قرآن ہی کو کفر کی بنیادی وجہ قرار دی ہے، اور یہ فرمایا کہ شیعہ کے متقدمین اور متاخرین سوائے چند کے سب کے سب تحریف کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ آخر میں فتویٰ کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: "المختصر شیعوں کا کفر بر بنائے عقیدہ تحریف قرآن محل تردد نہیں ہے، علاوہ اس کے دوسرے وجوہ کفر بھی ہیں، مثلاً عقیدہ بداء، قذف ام المؤمنین وغیرہ کے، مگر ان میں کچھ تاویل کی گنجائش ہے۔ لہذا شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام، ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھانا یا ان کو جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں ہے۔ ان کی مذہبی تعلیم ان کی کتابوں میں یہ ہے کہ سنیوں کے جنازہ میں شریک ہو کر یہ دعا کرنا چاہیے کہ یا اللہ اس کی قبر کو آگ سے بھر دے، اور اس پر عذاب نازل کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم"۔ کتبہ احقر العباد ناچیز محمد عبدالشکور عافہ مولانا۔

اسی فتوے پر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا سید اصغر حسینؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد اعجاز علیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا محمد رسول خانؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، حضرت مفتی محمد شفیعؒ اور دیگر کئی اکابرین کے دستخط ہیں۔ اس کے ساتھ ایک اور مطبوعہ فتویٰ ہے جو دارالعلوم دیوبند کے نائب مفتی مولانا مسعود احمد صاحبؒ کا تحریر کردہ ہے، جو ایک رافضی شخص نذیر احمد کے کفر اور ارتداد کے متعلق ہے۔ اس پر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی تصدیق ان الفاظ کے ساتھ ہے: "اگر نذیر احمد غالی شیعہ ہو گیا ہے، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت کا قائل ہے، یا قرآن مجید

کو صحیح اور کامل نہیں سمجھتا، یا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کا منکر ہے، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وحی کا اصل مستحق سمجھتا ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا قائل ہے، تو بیشک وہ کافر ہے۔" محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔^(۱)

اب ظاہر ہے کہ مذکورہ وجوہ کفر خصوصاً تحریف قرآن کے عقائد والے شیعہ کے کفر اور تکفیر سے کوئی انکار اور اختلاف نہیں کرتا، لیکن اس کو تمام اور سب شیعوں پر چسپاں کرنے میں اختلاف ہو سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے "غالی" ہونے کی قید لگائی، جس سے بظاہر یہی مفہوم اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر شیعہ کے کفر کے قائل نہیں۔ اور ساتھ یہ کہ اس پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے بھی دستخط اور تصدیق ہے، حالاں کہ باب سوم میں ان کے فتوؤں کی تفصیل گزر چکی ہے کہ وہ علی الاطلاق شیعہ کے کفر کے قائل نہیں، بلکہ اس بارے میں وہ تفصیل اور توضیح کے قائل ہیں۔

۵۔ حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی صاحبؒ کا موقف

اسی طرح اُس فتوے کے متعلق جب حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی صاحبؒ نے آٹھ سوالات حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کی خدمت میں لکھ کر بھیجے تھے، تو حضرت حکیم الامتؒ نے ان سوالات کے تسلی بخش جواب دے کر تحریف قرآن کی بنیاد پر شیعوں کے کفر کے فتوے کی تصدیق اور تائید فرمائی۔^(۲)

(۱) کفایت المفتی، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ متوفی ۱۹۵۲ء، ج ۱ ص ۴۴۶، ادارۃ الفاروق کراچی، طن، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، مئی ۱۹۸۵ء، ص ۳۳—۳۶

(۲) تفصیل کے لیے امداد الفتاویٰ، رفع شبہات بر تکفیر شیعہ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی متوفی ۱۹۴۳ء، ج ۴ ص ۶۸۴—۵۸۶، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ط ۱۴۱۳ھ

اسی طرح ایک شیعہ عالم سید علی نقی نے ایک رسالہ بنام "تحریف قرآن کی حقیقت" تحریر کیا، جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ شیعہ مذہب والے تحریف قرآن کے قائل نہیں۔ اس پر مولانا حبیب احمد کیرانوی صاحب^۱ نے تنقید کی، جس میں یہ ثابت کیا کہ شیعہ قرآن کی موجودہ ترتیب کے قائل نہ ہونے کے ساتھ تحریف کے بھی قائل ہیں، اور اسی بنا پر وہ کافر ہیں۔ حضرت حکیم الامت^۲ نے مولانا حبیب احمد کیرانوی کی تنقید کی تائید کرتے ہوئے اس کو نقل فرمایا۔^(۱)

لیکن دوسری طرف مختلف فتوؤں میں انہوں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ علی الاطلاق شیعہ کافر نہیں۔ جس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جو شیعہ تحریف قرآن جیسے کفریہ عقائد کے قائل ہوں، تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اور جو ایسے کفریہ عقائد کے قائل نہ ہوں وہ کافر نہیں ہیں، البتہ فاسق اور گمراہ ضرور ہیں۔ اور دارالعلوم دیوبند کے مفتیوں کا بھی یہی موقف ہے۔ اور اتفاق کی بات ہے کہ امداد الفتاویٰ کے سب سے آخری فتویٰ بھی شیعہ عقائد اور تبلیغ اور ان کے مقابلہ اور اس کے طریقہ کار کے بارے میں ہے۔^(۲)

اب ان کے چند فتوے پیش خدمت ہیں:

۱۔ حضرت حکیم الامت^۲ سے ایک عورت کے ایک سنی شیعہ (صحابہ کرام کو برا کہنے والا) سے ہونے والے نکاح کے متعلق سوال ہوا ہے، جس کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:

^(۱) دیکھیں امداد الفتاویٰ، ج ۵ ص ۵۵—۶۸

^(۲) دیکھیں امداد الفتاویٰ، مولانا اشرف علی تھانوی متوفی ۱۹۴۳ء، ج ۶ ص ۳۳۴، ۳۳۵، ادارۃ

"الجواب- فی الدر المختار (و) تُعْتَبَرُ... (دیانۃ) أَيْ تَقْوَى فَلَيْسَ فَاسِقٌ كُفُّوا لِمَصَالِحَةِ الْخ. وفيه وَلَوْ زَوْجُوهَا بِرِضَاهَا وَلَمْ يَعْلَمُوا بِعَدَمِ الْكَفَاءَةِ ثُمَّ عَلِمُوا لَا خِيَارَ لِأَحَدٍ إِلَّا إِذَا شَرَطُوا الْكَفَاءَةَ أَوْ أَخْبَرَهُمْ بِهَا وَقَتَ الْعَقْدِ فزَوْجُوهَا عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ ظَهَرَ أَنَّهُ غَيْرُ كُفٍّ كَانَ لَهُمُ الْخِيَارُ وَلَوْ الْجِيَّةُ فَلْيُحْفَظْ.

روایت اولیٰ کی بنا پر یہ نکاح غیر کفو سے ہوا، ولم یثبت کون السب کفراً، اور ثانیہ کی بنا پر جب زوجہ اور اولیاء دونوں نکاح غیر کفو پر رضامند ہوں نکاح لازم ہو جاتا ہے، اور غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو جب بھی نکاح ہو جاتا ہے، البتہ اگر تصریحاً کفواء شرط ٹھہری تھی، یا زوج نے زبان سے تصریحاً خبر دی تھی کہ میں سنی ہوں، اس صورت میں یہ نکاح باوجود انعقاد کے لازم نہیں ہوا، لکن لا بد للفسخ من وجود قاض شرعی، اور باقی سب صورتوں میں حق فسخ نہیں ہے، اور چونکہ نکاح منعقد ہو گیا، لہذا اولاد سب ثابت النسب اور صحبت حلال ہے۔ واللہ اعلم" (۱)

۲— ایک اور سوال جس میں پوچھا گیا ہے کہ ایک نابالغ لڑکی کا نکاح اس کی والدہ نے شیعہ لڑکے سے کیا ہے، کے جواب میں فرمایا: "... روایت اولیٰ سے معلوم ہوا کہ ماں اگر غیر کفو سے نکاح کر دے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اور روایت ثانیہ سے معلوم ہوا کہ شیعہ بوجہ فسق اعتقادی کے کفو سنہ کا نہیں، لہذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوا" (۲)

۳— اسی طرح ایک متعصب تبرائی رافضی سے نکاح کے متعلق پوچھے گئے سوال کے جواب میں فرمایا: "... بنا بر روایات مذکورہ و دیگر قواعد مسلمہ جواب میں

(۱) حوالہ بالا، ج ۲ ص ۲۲۵

(۲) حوالہ بالا، ج ۲ ص ۲۲۵، ۲۲۶

تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ رافضی عقائد کفر کے رکھتا ہے جیسے قرآن مجید میں کمی بیشی کا قائل ہونا، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا ماننا، یا یہ اعتقاد رکھنا کہ جبرئیل علیہ السلام غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے، تب تو کافر ہیں اور اس کا نکاح سنیہ سے صحیح نہیں۔ اور محض تبرائی کے کفر میں اختلاف ہے، علامہ شامیؒ نے عدم کفر کو ترجیح دی ہے، جلد ۳ ص ۵۳، مگر اس کے بدعتی ہونے میں شک نہیں، تو اس صورت میں گو وہ کافر نہ ہو گا مگر بوجہ فسق اعتقادی کے سنیہ کا کفو نہ ہو گا۔ اور غیر کفو مرد سے نکاح کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر لڑکی نابالغ ہے اور نکاح کیا ہے باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے تب تو نکاح صحیح ہی نہ ہو گا، اور اگر باپ یا دادا نے کیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوا کہ طمع زر سے کیا ہے اور لڑکی کی مصلحت پر نہیں نظر کی جیسا سوال میں مذکور ہے، تب بھی نکاح صحیح نہ ہو گا۔ اور اگر منکوحہ بالغ ہے تو اگر اُس نے خود اپنا نکاح کر لیا ہے اور ولی عصبہ راضی نہ تھا تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوا، اسی طرح اگر ایسے ولی نے کر دیا اور وہ منکوحہ راضی نہیں یعنی زبان سے انکار کر دیا، تب بھی نکاح صحیح نہیں ہوا، یہ صورتیں تو عدم جواز کی ہیں۔ اور اگر لڑکی نابالغ ہے اور نکاح کیا ہے باپ دادا نے، اور لڑکی کی مصلحت سمجھ کر کیا ہے کسی طمع لالچ وغیرہ کے سبب نہیں کیا، یا لڑکی بالغ ہے اور نکاح خود کیا ہے اور ولی عصبہ کی رضا سے کیا ہے، یا اُس کا کوئی ولی عصبہ ہے ہی نہیں، یا لڑکی بالغ ہے اور ولی نے اُس کی اجازت سے کر دیا، تو ان صورتوں میں اُن علماء کے نزدیک نکاح صحیح ہو جائے گا جو تبرائی کو کافر نہیں کہتے۔ اور یہ سب تفصیل اس وقت ہے کہ نکاح کے وقت اس کارِ فض معلوم ہو، اور اگر اس وقت اپنے کو سنی ظاہر کیا اور بعد نکاح کے رفض ثابت ہوا، تو جس صورت میں وہ محض بدعتی ہے، تو اگر منکوحہ بالغہ ہے اور وہ اُس کا ولی عصبہ دونوں

راضی ہیں، تو نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہوگا، اور اگر ولی سے اجازت نہیں لی گئی تو ولی کو حق فسخ حاصل ہوگا، جس کی ایک شرط قضاء قاضی مسلم ہے۔ اور اگر منکوحہ صغیرہ ہے تو بعد بالغ ہونے کے اگر راضی ہے تب تو نکاح صحیح رہے گا، اور اگر راضی نہ ہوئی تو اُس کو حق فسخ حاصل ہوگا، جس طرح شرط اوپر مذکور ہوئی۔^(۱)

۴—رافضی کے ذبیحہ کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "شیعہ کے ذبیحہ کی حلت میں علماء اہل سنت کا اختلاف ہے، رائج اور صحیح یہ ہے کہ حلال ہے۔"^(۲)

۵—سنی اور شیعہ کی وراثت کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "جو اختلاف دین مانع توارث ہے وہ اختلاف کفرًا و اسلامًا ہے، نہ کہ سنۃ و بدعۃ۔ پس جو شخص کھلم کھلا کفریہ عقائد کفریہ کا قائل نہ ہو وہ سنی کا وارث ہوگا۔"^(۳)

۶—مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ اوپر فتوؤں میں مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے ایک فتوے کا بھی ذکر ہوا، جس میں انہوں نے غالی شیعہ جو تحریف قرآن وغیرہ جیسے کفریہ عقائد والے ہو پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی ہر شیعہ کافر نہیں ہے بلکہ جو غالی ہیں وہی کافر ہیں۔ اب مزید ان کے ایک فتوے کو نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ صحیح طور پر ان کی رائے معلوم ہو۔ بہر حال ان کے فتوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے یہی حقیقت اور بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کا موقف بھی وہی ہے جو مفتیان دارالعلوم دیوبند کا تھا، جس کی تفصیل باب سوم گزر چکی ہے۔

(۱) حوالہ بالا، ج ۲ ص ۲۲۷

(۲) حوالہ بالا، ج ۳ ص ۶۰۸

(۳) حوالہ بالا، ج ۴ ص ۳۵۵

شیعہ کے مسلمان ہونے نہ ہونے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں: "شیعہ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، لیکن اہل سنت والجماعت فرقہ ناجیہ ہے اور باقی تمام فرقے ناجیہ نہیں ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے موافق شیعوں کے کئی فرقے اسلام سے خارج ہیں، یہ فرقے، فرقہ شیعہ کی ضمنی شاخیں ہیں۔ باوجود اس کے ادعائی طور پر وہ فرقہائے اسلام میں داخل سمجھے جاتے ہیں، ان کا حکم اہل کتاب کی طرح ہے کہ باوجود کفریہ عقائد (مثلاً: الوہیت مسیح یا ابنیت مسیح کے) دوسرے غیر کتابی کفار سے جداگانہ حکم رکھتے ہیں۔^(۱)

یعنی جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہیں وہ تو اسلام کے مدعی ہونے کے باوجود اسلام سے خارج ہیں، اور ان کا حکم اہل کتاب کی طرح ہے۔ لیکن ان میں سے کچھ اسلامی فرقوں میں بھی داخل ہیں، اگرچہ فرقہ ناجیہ میں داخل نہیں۔

ے۔ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد ادریس کاندہلویؒ کا قول فیصل

روافض کی تکفیر کے مسئلے میں حضرت کاندہلویؒ فرماتے ہیں: "خوارج اور روافض کی تکفیر کا مسئلہ نہایت پیچیدہ اور دشوار ہے، علماء کی ایک جماعت نے ان کی تکفیر کی اور ایک جماعت نے ان کو گمراہ اور فاسق اور مبتدع قرار دیا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک فارسی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیعہ اور خوارج کا عجب حال ہے کہ نہ مؤمن کہتے بن پڑتی ہے اور نہ کافر کہتے۔ ان دونوں فرقوں کا حال اس خط کے مشابہ ہے جو نور اور سایہ کے درمیان حد فاصل ہو، وہ خط فاصل نہ نور ہی ہے نہ سایہ مگر حد فاصل ہونے کی وجہ سے دونوں جانب سے ربط اور تعلق ہے، ایک اعتبار

(۱) کفایت المفتی، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ متوفی ۱۹۵۲ء، ج ۱ ص ۴۳۴، ۴۳۵،

سے نورانی ہے اور ایک اعتبار سے ظلمانی۔ اس اعتبار سے کہ توحید اور رسالت کے منکر نہیں، صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کو فریضہ اسلام سمجھ کر بجالاتے ہیں، اس اعتبار سے مؤمن معلوم ہوتے ہیں، اور جو عقائد فاسدہ اور خیالات کاسدہ اور رسوم شنیعہ اور معمولات قبیحہ ان کی کتابوں میں مذکور ہیں، اس سے انسان حیران ہوتا ہے کہ کتاب و سنت اور دین اسلام میں اس کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ اس لیے ان کے کفر میں علماء کا اختلاف رہا، حضرات فقہاء اور محدثین کا قول فیصل اس بارہ میں یہ ہے کہ خوارج اور روافض دونوں اسلامی فرقے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کی طرح کافر نہیں، البتہ خوارج اور روافض کے وہ فرقے جو ضروریات دین اور قطعیات اسلام کے منکر ہیں وہ کافر ہیں، مثلاً شیعوں کے بعض فرقے اس کے قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خدا حلول کر آیا، یا خدا تعالیٰ نے عالم کی تدبیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دی، یا جبریل (علیہ السلام) غلطی سے وحی بجائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لے گئے، ایسے لوگ کافر ہیں۔ اور جو شیعہ صرف تبرائی ہیں، اور حضرت صحابہ کرام کی شان میں سب و شتم کرتے ہیں، اور ضروریات دین اور قطعیات اسلام کے منکر نہیں، وہ گمراہ اور بدعتی ہیں، کافر نہیں۔^(۱)

۸۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی صاحبؒ کی رائے

کچھ عرصہ پہلے استاد محترم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحبؒ نے ایک بیان اور تقریر میں شیعوں کے متعلق اپنی رائے کا اظہار فرمایا، انہوں اس موقع پر تین باتیں بیان فرمائیں، جن کا خلاصہ یہ ہے: (الف) تحریک پاکستان میں شیعہ ہمارے ساتھ تھے، (ب) ان میں سے جو عقائد کفریہ رکھتے ہیں ان کو ہم بھی کافر

^(۱) عقائد الاسلام، مولانا محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۹۷۷ء، ص ۲۹۸، ۲۹۹، زمزم پبلشرز کراچی، ط ۲۰۰۵ء

سمجھتے ہیں، (ج) ان کے علاوہ شیعہ ہمارے بھائی ہیں۔

اس بیان کے فوراً بعد نہ صرف ان کی رائے کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا، بلکہ ان کی ذات کو بھی نہیں بخشا گیا، کچھ بڑے حضرات نے بھی یہاں تک کہا ان کے دماغی توازن میں فرق آگیا ہے، کسی نے یہ کہا کہ ان کو کسی نے مفتی اعظم کہا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اس سے قطع نظر بھی کہ ان کا موقف درست اور مفتیان دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ اور موقف کے برابر اور یکساں ہے، تو کیا کسی مسئلہ میں اختلاف کرنے سے کوئی اس طرح کی ذاتی تنقید کا مستحق ہو سکتا ہے؟ ہمارے جذباتی ماحول میں دوسرے کی رائے اور تحقیق کو باطل قرار دے کر یکسر مسترد اور نظر انداز کیا جاتا ہے جو قابل توجہ ہے۔ ہماری اس تالیف سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسئلہ کا دوسرا رخ بھی سامنے آجائے، اور کم از کم اتنی بات تو ذہن نشین ہو جائے کہ شیعوں کے کفر کے متعلق ایک دوسرا موقف بھی ہے اور اس موقف والوں کے پاس بھی دلائل موجود ہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ پر تنقید کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے ان کا بیان خود تو نہیں سنا، لیکن سوشل میڈیا پر صرف اس بات کو "کہ مفتی صاحب نے شیعوں کو بھائی کہا ہے" دیکھ کر تنقید شروع کی، خود میری بھی ایک صاحب سے اس بارے میں گفتگو ہوئی، تو میں نے اس سے عرض کیا کہ کیا آپ نے خود مفتی صاحبؒ کا بیان سنا ہے جو آج بھی ریکارڈ پر ہے، تو اس کا جواب نفی میں تھا۔ بہر حال ہمیں ایسے ماحول سے نکلنا ہو گا جس میں کچھ حضرات دوسرے کی رائے کو "رجماً بالغیب" کے طور پر رد اور مسترد کرنے پر تلے ہوں۔

حضرت مفتی صاحبؒ کے بیان پر تنقید کرنے والوں نے ایک تو صرف تیسری بات کو مد نظر رکھا، دوسری بات سے التفات ہی نہیں کیا، حالاں کہ انہوں نے صراحت

کے ساتھ یہ بات بیان فرمائی کہ جو شیعہ کفریہ عقائد کے حامل ہوں ان کو ہم بھی کافر سمجھتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ تنقید کرنے والوں نے تنقید کی اصل اور بنیادی وجہ اسی کو قرار دیا کہ مفتی صاحب نے شیعوں کو بھائی کہا۔ حالاں کہ خوارج جو صحابہ کرام کو اسلام سے خارج قرار دینے کے ساتھ ان کو مباح الدم بھی قرار دیتے تھے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کے ساتھ جنگوں میں برسرِ پیکار تھے، پھر بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بھائی کہا تھا «عن علقمة بن عامر، قَالَ: سِئِلَ عَلِيٌّ عَنْ أَهْلِ النَّهْرَوَانِ أَمْشِرِكُونَ هُمْ؟ فَقَالَ: مِنَ الشِّرْكِ فَرُّوا، قِيلَ أَفْمُنَافِقُونَ؟ قَالَ: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا: فَقِيلَ فَمَا هُمْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ قَالَ: إِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا فَقَاتَلْنَاهُمْ بَبَغْيِهِمْ عَلَيْنَا»۔^(۱)

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ تحریک پاکستان میں سنی شیعہ ایک ساتھ تھے، تو اس میں بھی کوئی شک نہیں، اس لیے کہ اس تحریک میں علماء دیوبند کے وہ اکابر جو پاکستان بننے کے حامی تھے، شامل رہے، اور ساتھ شیعہ بھی تھے بلکہ خود بانی پاکستان محمد علی جناح صاحب کا ابائی تعلق شیعہ مسلک سے تھا۔^(۲)

۹— شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا فتویٰ

استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب شیعوں کی تکفیر کے متعلق ایک

^(۱) البدایہ والنہایہ، اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی المتوفی ۷۷۷ھ، ج ۷ ص ۳۲۱، دار احیاء التراث العربی، ط ۱۴۰۸ھ، عقائد الاسلام، مولانا محمد ادریس کاندھلوی متوفی ۱۹۷۴ء، ص ۲۹۹، زمزم پبلشرز کراچی، ط ۲۰۰۵ء

^(۲) کفایت المفتی، ج ۹ ص ۳۹۵، ۳۹۹، مفتی کفایت اللہ دہلوی متوفی ۱۹۵۲ء، دار الاشاعت کراچی، ط

۲۰۰۱ء، جواہر الفقہ، ج ۵ ص ۳۰۸، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۹۷۶ء، مکتبہ دارالعلوم کراچی، ط ۲۰۱۳ء

سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہوں یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن یہ بات کہ تمام شیعہ یہ یا اس قسم کے کافرانہ عقائد رکھتے ہیں، تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی۔ اور کئی شیعہ یہ کہتے ہیں کہ الکافی یا اصول الکافی وغیرہ میں جتنی باتیں لکھی ہیں، ہم ان سب کو درست نہیں سمجھتے۔ دوسری طرف کسی کو کافر قرار دینا چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لیے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے۔ اگر بالفرض تقیہ بھی کرے تو وہ اپنے باطنی عقائد کی وجہ سے عند اللہ کافر ہوگا، لیکن فتویٰ اس کے ظاہر اقوال ہی پر دیا جائے گا۔ اس لیے چودہ سو سال میں علمائے اہل سنت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کافرانہ عقائد رکھے، کافر ہے۔ اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علمائے دیوبند کا رہا ہے، اور چونکہ جمہور علماء کے اس طریقے میں کوئی تبدیلی لانے کے لیے کافی دلائل محقق نہیں ہوئے، اس لیے دارالعلوم کراچی، حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے وقت سے اکابر کے اسی طریقے کے مطابق فتویٰ دیتا آیا ہے کہ جو شیعہ ان کافرانہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے، مگر علی الاطلاق ہر شیعہ کو خواہ اس کے عقائد کیسے بھی ہوں، کافر قرار دینے سے جمہور علمائے اُمت کے مسلک کے مطابق احتیاط کی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے، جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے، بلاشبہ وہ بھی سخت ضلالت اور گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہیوں سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائیں، آمین"۔^(۱)

(۱) فتاویٰ عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، ج ۱ ص ۹۷، ۹۸، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ط ۲۰۰۷ء

۱۰۔ مفکر اسلام مولانا زاہد الراشدی صاحب کا موقف

مفکر اسلام حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "ہم نے سپاہ صحابہ کے شدت پسندانہ طریق کار سے ہمیشہ اختلاف کیا ہے اور مختلف مضامین میں اس کے اظہار کے ساتھ ساتھ اس کے راہ نماؤں مثلاً مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی اور مولانا محمد اعظم طارق کے ساتھ براہ راست گفتگو میں بھی انہیں اپنے موقف سے آگاہ کیا ہے۔ ہم جمہور اہل سنت کے اس موقف سے متفق ہیں کہ جو شیعہ تحریف قرآن کریم کا قائل ہے، اکابر صحابہ کرام کی تکفیر کرتا ہے اور حضرت عائشہ پر قذف کرتا ہے، وہ مسلمان نہیں ہے، نیز ہم امت کی چودہ سالہ تاریخ کے مختلف ادوار میں شیعہ کے سیاسی کردار کے حوالے سے بھی تحفظات رکھتے ہیں لیکن اس کی بنیاد پر ان کے خلاف کافر کافر کی مہم، تشدد کے ساتھ ان کو دبانے اور کشیدگی کا ماحول پیدا کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ ہمارا اس حوالہ سے موقف یہ ہے کہ عقائد اور تاریخی کردار کے حوالہ سے باہمی فرق اور فاصلہ قائم رکھتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور استدلال و منطق کے ساتھ اپنا موقف پیش کرنے کا راستہ ہی صحیح اور قرین عقل ہے، اور اس حوالہ سے ہمیں امت مسلمہ کے اجتماعی رویہ سے انحراف نہیں کرنا چاہیے" (۱)۔

۱۱۔ امام المفتین حضرت علامہ شامیؒ کی تحقیق

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب کا اختتام علامہ شامیؒ کی تحقیق پر کیا جائے، علامہ شامیؒ نے روافض اور خوارج وغیرہ کے احکام کے بارے میں ایک رسالہ "تنبیہ الولاة

(۱) آپ نے پوچھا (سوالنامہ، انٹرویوز، مراسلے)، ابوعمار زاہد الراشدی، ص ۱۳۹، الشریعہ اکادمی

والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد اصحابہ الکرام علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام" تصنیف فرمایا، پھر اس کا خلاصہ "ردالمحتار المعروف بالفتاوی الشامی" میں تحریر فرمایا۔ جس کا حاصل یہ دو باتیں ہیں: ۱- جو روافض وغیرہ قذف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کے قائل ہوں، صحبت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منکر ہو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کے قائل ہوں اور یا حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی یا دیگر کفریہ عقائد کے قائل ہوں، تو ان کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ ۲- جو روافض اور خوارج وغیرہ عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر یا برا بھلا کہنے کے قائل اور عقائد رکھتے ہوں تو ان کے کفر میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء کرام اور محدثین عظام نے ان کو (مسلمان) باغی قرار دیا ہے جبکہ بعض محدثین نے ان کو کافر اور مرتد قرار دیا ہے، اور ابن منذرؒ کے بقول جن محدثین نے ان کو کافر قرار دیا ہے میرے علم کے مطابق کافر قرار دینے میں کسی (فقیہ) نے ان کی موافقت نہیں کی ہے۔

علامہ شامیؒ اسی پر تبصرہ اور تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ پہلا قول (مسلمان باغی قرار دینے کا) زیادہ قوی ہے، اور اسی طرح مجتہدین کے کلام نقل کرنے میں ابن منذرؒ زیادہ علم رکھتے ہیں۔ اس لیے جن فقہائے کرام نے ان کو کافر قرار دیا ہے ان کا قول ضعیف بلکہ اجماع فقہاء کے خلاف ہے، اور جنہوں نے ان کو کافر قرار نہیں دیا ہے ان کا قول کئی وجوہات کے اعتبار سے رائج ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ جنہوں نے ان کو کافر قرار دیا ہے وہ مجتہدین فقہاء میں سے نہیں ہیں، مجتہدین فقہاء نے ان کو کافر قرار نہیں دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ مجتہد کا قول رائج ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے شہادت کے باب میں روافض وغیرہ جیسے اہل بدعت اور اہل ہواء میں سے جن کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ متون اور شروح میں بتائی گئی ہے وہ ان کا فسق ہے کہ ان کی گواہی اس لیے

قبول نہیں ہوگی کہ یہ فاسق ہیں، کسی نے ان کی گواہی قبول نہ ہونے کی وجہ اور سبب کفر قرار نہیں دیا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ فاسق تو ضرور ہیں لیکن کافر نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جو روافض وغیرہ عام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو کافر کہتے ہیں یا ان کو برا بھلا کہتے ہیں، محدثین نے ان کی روایت کو قبول کیا ہے، اگر یہ کافر ہوتے تو کبھی بھی ان کی روایت کو قبول نہ کرتے، اس لیے کہ احادیث کے باب میں کافر کی روایت قبول نہیں کی جاتی ہے۔

وَذَكَرَ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ أَنَّ الْخَوَارِجَ الَّذِينَ يَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالَهُمْ وَيُكْفِّرُونَ الصَّحَابَةَ حُكْمُهُمْ عِنْدَ جُمْهُورِ الْفُقَهَاءِ وَأَهْلِ الْحَدِيثِ حُكْمُ الْبُغَاةِ. وَذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ إِلَى أَنَّهُمْ مُرْتَدُّونَ. قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا وَافِقَ أَهْلَ الْحَدِيثِ عَلَى تَكْفِيرِهِمْ، وَهَذَا يَقْتَضِي نَقْلَ إجماعِ الْفُقَهَاءِ. وَذَكَرَ فِي الْمُحِيطِ أَنَّ بَعْضَ الْفُقَهَاءِ لَا يُكْفِرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْبِدْعِ. وَبَعْضُهُمْ يُكْفِّرُونَ الْبَعْضَ، وَهُوَ مَنْ خَالَفَ بِيَدْعَتِهِ دَلِيلًا قَطْعِيًّا وَنَسَبَهُ إِلَى أَكْثَرِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالنَّقْلُ الْأَوَّلُ أَثْبَتُ وَابْنُ الْمُنْذِرِ أَعْرَفُ بِنَقْلِ كَلَامِ الْمُجْتَهِدِينَ، نَعَمْ يَقَعُ فِي كَلَامِ أَهْلِ الْمَذْهَبِ تَكْفِيرٌ كَثِيرٌ وَلَكِنْ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ الْفُقَهَاءِ الَّذِينَ هُمْ الْمُجْتَهِدُونَ بَلْ مِنْ غَيْرِهِمْ، وَلَا عِبْرَةَ بِغَيْرِ الْفُقَهَاءِ، وَالْمُنْقُولُ عَنِ الْمُجْتَهِدِينَ مَا ذَكَرْنَا هُوَ وَمِمَّا يَزِيدُ ذَلِكَ وَضُوحًا مَا صَرَّحُوا بِهِ فِي كُتُبِهِمْ مُتُونًا وَشُرُوحًا مِنْ قَوْلِهِمْ: وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يُظْهَرُ سَبُّ السَّلَفِ وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ إِلَّا الْخَطَّائِيَّةَ. وَقَالَ ابْنُ مُلْكٍ فِي شَرْحِ الْمُجْمَعِ: وَتُرَدُّ شَهَادَةُ مَنْ يُظْهَرُ سَبُّ السَّلَفِ لِأَنَّهُ يَكُونُ ظَاهِرَ الْفُسْقِ، وَتُقْبَلُ مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ الْجَبْرِ وَالْقَدَرِ وَالرَّفْضِ وَالْخَوَارِجِ

وَالْتَّشْبِيهُ وَالتَّعْطِيلُ. اهـ. وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ أَوْ يُظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ يَعْنِي الصَّالِحِينَ مِنْهُمْ وَهُمْ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ؛ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ تَدُلُّ عَلَى قُصُورِ عَقْلِهِ وَقِلَّةِ مُرُوءَتِهِ، وَمَنْ لَمْ يَمْتَنِعْ عَنْ مِثْلِهَا لَا يَمْتَنِعْ عَنِ الْكَذِبِ عَادَةً، بِخِلَافِ مَا لَوْ كَانَ يُخْفِي السَّبَّ هُوَ لَمْ يُعَلَّلْ أَحَدٌ لِعَدَمِ قَبُولِ شَهَادَتِهِمْ بِالْكُفْرِ كَمَا تَرَى، نَعَمْ اسْتَشْنَوْا الْخَطَابِيَّةَ لِأَنَّهُمْ يَرَوْنَ شَهَادَةَ الزُّورِ لِأَشْيَاءِهِمْ أَوْ لِلْحَالِفِ، وَكَذَا نَصَّ الْمُحَدِّثُونَ عَلَى قَبُولِ رِوَايَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ فَهَذَا فِيمَنْ يَسُبُّ عَامَّةَ الصَّحَابَةِ وَيُكْفِّرُهُمْ بِنَاءً عَلَى تَأْوِيلٍ لَهُ فَاسِدٍ. فَعَلِمَ أَنَّ مَا ذَكَرَهُ فِي الْخُلَاصَةِ مِنْ أَنَّهُ كَافِرٌ قَوْلٌ ضَعِيفٌ مُخَالَفٌ لِلْمُتُونِ وَالشُّرُوحِ بَلْ هُوَ مُخَالَفٌ لِإِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ كَمَا سَمِعْتُ. وَقَدْ أَلْفَ الْعَلَامَةُ مُنَلَّا عَلَيَّ الْقَارِي رِسَالَةً فِي الرَّدِّ عَلَى الْخُلَاصَةِ، وَبِهَذَا تَعْلَمُ قَطْعًا أَنَّمَا عُزِيَ إِلَى الْجَوْهَرَةِ مِنَ الْكُفْرِ مَعَ عَدَمِ قَبُولِ التَّوْبَةِ عَلَى فَرَضِ وُجُودِهِ فِي الْجَوْهَرَةِ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ وَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ، وَقَدْ مَرَّ أَنَّهُ إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ خِلَافٌ وَلَوْ رِوَايَةً ضَعِيفَةً، فَعَلَى الْمُفْتِي أَنْ يَمِيلَ إِلَى عَدَمِ التَّكْفِيرِ، فَكَيْفَ يَمِيلُ هُنَا إِلَى التَّكْفِيرِ الْمُخَالَفِ لِإِجْمَاعِ فَضْلًا عَنْ مِيلِهِ إِلَى قِتْلِهِ وَإِنْ تَابَ، وَقَدْ مَرَّ أَيْضًا أَنَّ الْمَذْهَبَ قَبُولُ تَوْبَةِ سَابِّ الرَّسُولِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَكَيْفَ سَابُّ الشَّيْخَيْنِ. وَالْعَجَبُ مِنْ صَاحِبِ الْبَحْرِ حَيْثُ تَسَاهَلَ غَايَةَ التَّسَاهُلِ فِي الْإِفْتَاءِ بِقِتْلِهِ مَعَ قَوْلِهِ: وَقَدْ أَلْزَمْتُ نَفْسِي أَنْ لَا أُفْتِيَ بِشَيْءٍ مِنْ أَلْفَاظِ التَّكْفِيرِ الْمَذْكُورَةِ فِي كُتُبِ الْفَتَاوَى، نَعَمْ لَا شَكَّ فِي تَكْفِيرِ مَنْ قَذَفَ السَّيِّدَةَ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا - أَوْ أَنْكَرَ صُحْبَةَ الصِّدِّيقِ، أَوْ اعْتَقَدَ الْأُلُوْهِيَّةَ فِي عَلِيٍّ أَوْ أَنَّ جَبْرِيلَ غَلِطَ فِي الْوَحْيِ، أَوْ نَحْوُ

ذَلِكَ مِنَ الْكُفْرِ الصَّريحِ الْمُخَالِفِ لِلْقُرْآنِ، وَلَكِنْ لَوْ تَابَ تَقَبَّلَ تَوْبَتُهُ، هَذَا خُلَاصَةٌ مَا حَرَّرْنَاهُ فِي كِتَابِنَا تَنْبِيهُ الْوَلَاةِ وَالْحُكَّامِ، وَإِنْ أَرَدْتَ الزِّيَادَةَ فَارْجِعْ إِلَيْهِ وَاعْتَمِدْ عَلَيْهِ فَفِيهِ الْكِفَايَةُ لِذَوِي الدَّرَايَةِ. ^(۱)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وَأَنْتَ خَيْرٌ بِأَنَّ الصَّحِيحَ فِي الْمُعْتَزِلَةِ وَالرَّافِضَةِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْمُبْتَدَعَةِ أَنَّهُ لَا يُحْكَمُ بِكُفْرِهِمْ وَإِنْ سَبُّوا الصَّحَابَةَ أَوْ اسْتَحَلُّوا قَتْلَنَا بِشُبْهَةٍ دَلِيلٍ كَالْخَوَارِجِ الَّذِينَ اسْتَحَلُّوا قَتْلَ الصَّحَابَةِ، بِخِلَافِ الْغُلَاةِ مِنْهُمْ كَالْقَائِلِينَ بِالنُّبُوَّةِ لِعَلِيٍّ وَالْقَازِفِينَ لِلصَّدِيقَةِ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَهُمْ شُبْهَةٌ دَلِيلٍ فَهُمْ كُفَّارٌ كَالْفَلَاسِفَةِ. ^(۲)

^(۱) ردالمحتار، ابن عابدین محمد امین بن عمر الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ، باب المرتد، ج ۴ ص ۲۳۷، دار الفکر

بیروت، ط ۱۴۱۲ھ

^(۲) ردالمحتار، ابن عابدین محمد امین بن عمر الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ، باب خيار العيب، ج ۵ ص ۱۱، دار

الفکر بیروت، ط ۱۴۱۲ھ

باب پنجم: ائمہ حدیث کی رافضیوں سے روایات

استاد محترم مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع صاحبؒ "صحیح مسلم" کے درس میں ہمیں فرمایا کرتے تھے کہ اگر سب شیعوں کو کافر قرار دیا جائے تو بہت سے صحیح روایتوں سے دستبردار ہو کر ہاتھ دھونا پڑے گا۔ یہی خدشہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی ظاہر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: "کہ بہت سے تابعین اور تبع تابعین شیعہ تھے، اگر صدق اور ورع کے باوجود ان کی روایات کو رد کیا جائے تو احادیث نبویہ کے ایک بڑے حصے سے محروم ہونا پڑے گا، اور یقینی طور پر یہ ایک ظاہری فساد اور خرابی ہوگی۔" فان قيل كيف ساغت وثيق مبتدع وحد الثقة العدالة والإتقان فكيف يكون عدلا وهو صاحب بدعة وجوابه ان البدعة على ضربين فبدعة صغرى كغلو التشيع أو كالتشيع بلا غلو ولا تحرق فهذا كثير في التابعين واتباعهم مع الدين والورع والصدق فلو رد حديث هؤلاء لذهب جملة من الآثار النبوية وهذه مفسدة بينة. ^(۱)

۱۔ روافض کی روایات کا حکم

اس میں تو اتفاق ہے کہ اگر روافض کی بدعت اور عقیدہ کفر تک پہنچ گیا ہو تو ان کی روایت قبول نہیں، اور اگر ان کا عقیدہ کفر یہ نہ ہو تو ان کی روایات قبول ہونے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے، امام مالکؒ عدم قبول کے قائل ہیں، اور امام ابو حنیفہؒ قبول کرنے کے قائل ہیں، اور یہی قول راجح ہے۔ جہاں صدق ہونے کی شرط ہے وہ توسنی اور شیعہ دونوں کی روایت کے قبول ہونے کے لیے ضروری ہے۔ قلت فالمنعم نقب

^(۱) لسان المیزان، ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، ج ۱ ص ۹، مؤسسة العلمی بیروت، ط ۱۳۹۰ھ

ولروایۃ المبتدعة الذین لم یکفروا ببدعتهم کالرافضة والخوارج ونحوهم ذهب الیه مالک وأصحابه والقاضی أبو بکر الباقلانی واتباعه والقبول مطلقا الا فی من یکفر ببدعته والا فی من یتحل الکذب ذهب الیه أبو حنیفة وأبو یوسف وطائفة وروی عن الشافعی ایضا. ^(۱)

قَالَ الْخَطِيبُ: وَحُكِيَ أَيْضًا أَنَّ هَذَا مَذْهَبُ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ. وَنَحْوُهُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، بَلْ حَكَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُدْخَلِ عَنْ أَكْثَرِ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ. وَقَالَ الْفَخْرُ الرَّازِيُّ فِي الْمُحْصُولِ: إِنَّهُ الْحَقُّ. وَرَجَّحَهُ ابْنُ دَقِيقِ الْعِيدِ. ^(۲)

۲— صحاح ستہ میں روا فض کی روایات

حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْوَلِيدِ ح وَحَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ الْأَسَدِيُّ أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ الْعِزَّارِ عَنْ أَبِي عَمْرِو الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الصَّلَاةُ لَوْ قَتَلَهَا وَبَرُّ الْوَالِدَيْنِ ثُمَّ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. ^(۳)

اس مقرون روایت میں ایک راوی "عباد بن یعقوب الاسدی" جو کہ امام بخاریؒ کے شیخ اور استاد ہیں وہ نہ صرف رافضی اور شیعوں کے سردار اور محدث ہیں، بلکہ غالی اور تبرائی شیعہ ہیں۔

^(۱) حوالہ بالا، ص ۱۰

^(۲) فتح المغیث، شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ، ج ۲ ص ۶۶، مکتبۃ السنۃ مصر، ط ۱۴۲۲ھ

^(۳) صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، کتاب التوحید، باب وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلاۃ عملاً، ج ۹ ص ۱۵۶، دار طوق النجاة، ط ۱۴۲۲ھ

الرَّوَاجِنِيُّ أَبُو سَعِيدٍ عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ * (خ، ت، ق) الشَّيْخُ، الْعَالِمُ،
الْصَّدُوقُ، مُحَدِّثُ الشَّيْعَةِ، أَبُو سَعِيدٍ عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ الْأَسَدِيُّ، الرَّوَاجِنِيُّ،
الْكُوفِيُّ، الْمُتَّبَعُ. رَوَى عَنْ: شَرِيكَ الْقَاضِي، وَعَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَإِبْرَاهِيمَ
بْنِ أَبِي يَحْيَى، وَالْوَلِيدِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ، وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ عِيَّاشٍ، وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ
الْقُدُّوسِ، وَالْحُسَيْنِ ابْنِ الشَّهِيدِ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ، وَعَلِيٍّ بْنِ هَاشِمِ بْنِ الْبَرِيدِ،
وَعِدَّةٍ. رَوَى عَنْهُ: الْبُخَارِيُّ حَدِيثًا قَرَنَ فِيهِ مَعَهُ آخَرَ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَابْنُ مَاجَهَ،
وَأَبُو بَكْرٍ الْبَزَّازُ، وَصَالِحُ جَزَرَةَ، وَابْنُ خُزَيْمَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَكِيمُ
التِّرْمِذِيُّ، وَابْنُ صَاعِدٍ، وَابْنُ أَبِي دَاوُدَ، وَآخَرُونَ. قَالَ أَبُو حَاتِمٍ: شَيْخٌ، ثِقَةٌ.
وَقَالَ الْحَاكِمُ: كَانَ ابْنُ خُزَيْمَةَ يَقُولُ: حَدَّثَنَا الثَّقَةُ فِي رِوَايَتِهِ، الْمُتَّهَمُ فِي دِينِهِ،
عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ. وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: فِيهِ غُلُوفٌ فِي التَّشْيِيعِ. وَرَوَى: عَبْدَانُ عَنْ
ثِقَةٍ، أَنَّ عَبَّادًا كَانَ يَشْتُمُ السَّلَفَ. وَقَالَ ابْنُ عَدِيٍّ: رَوَى مَنَاقِيرَ فِي الْفَضَائِلِ
وَالْمَثَالِبِ. وَرَوَى: عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَبِيبِيُّ، عَنْ صَالِحِ جَزَرَةَ، قَالَ: كَانَ عَبَّادُ
يَشْتُمُ عُثْمَانَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: اللَّهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ يُدْخَلَ
طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ الْجَنَّةَ، قَاتِلَا عَلِيًّا بَعْدَ أَنْ بَايَعَاهُ. وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: سَمِعْتُهُ
يَقُولُ: مَنْ لَمْ يَبْرَأْ فِي صَلَاتِهِ كُلِّ يَوْمٍ مِنْ أَعْدَاءِ آلِ مُحَمَّدٍ، حُشِرَ مَعَهُمْ. ^(۱)

عباد بن یعقوب [خ، ت، ق] الأسدي الرواجنی الکوفی، من غلاة
الشیعة ورؤوس البدع، لکنه صادق فی الحدیث. عن شریک، والولید بن
أبی ثور، وخلق. وعنه البخاری حدیثاً فی الصحیح مقروناً بآخر، والترمذی،

^(۱) سیر اعلام النبلاء، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، ج ۱۱ ص ۵۳۶، مؤسسة الرسالة، ط ۵، ۱۴۰۵ھ

وابن ماجہ وابن خزيمة، وابن أبي داود. ^(۱)

عباد بن یعقوب الرواجنی بتخفيف الواو وبالجمیم المكسورة والنون الخفيفة أبو سعيد الكوفي صدوق رافضي حديثه في البخاري مقرون بالغ بن حبان فقال يستحق الترك من العاشرة مات سنة خمسين خ ت ق. ^(۲)

یہی راوی امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کے بھی شیوخ میں سے ہیں، اور سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں ان کی روایات مذکور ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى الْمِنْبَرِ اسْتَقْبَلْنَاهُ بِوُجُوهِنَا». ^(۳)
حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا أَنَا مُتُّ فَاغْسِلُونِي بِسَبْعِ قَرَبٍ مِنْ بَثْرِي، بِثَرِ غَرْسٍ». ^(۴)

^(۱) میزان الاعتدال فی نقد الرجال، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، ج ۲ ص ۳۷۹، دار المعرفة بیروت، ط ۱۳۸۲ھ

^(۲) تقریب التذیب، ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، ص ۲۹۱، دار الرشید سوریا، ط ۱۴۰۶ھ

^(۳) محمد بن عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ، باب فی استقبال الامام اذ خطب، ج ۲ ص ۳۸۳، مکتبۃ مصطفیٰ البابی مصر، ط ۱۳۹۵ھ

^(۴) سنن ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی المتوفی ۲۷۳ھ، باب ماجاء فی غسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱ ص ۴۷۱، دار احیاء الکتب العربیۃ، ط ۱۳۷۱ھ

اسی طرح ایک محدث "عبید اللہ بن موسیٰ العبسی" ایک بڑے شیعہ عالم ہیں، اور ان کی روایات صحاح ستہ: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ سب میں ہیں۔ عبید اللہ بن موسیٰ أبو محمد العبسی الحافظ أحد الاعلام على تشيعه وبدعته سمع هشام بن عروة وإسماعيل بن أبي خالد وابن جريج وعنه البخاري والدارمي وعبد والحارث بن محمد ثقة مات في ذي القعدة سنة ۲۱۳ ع.^(۱)

ان کے علاوہ امام شافعیؒ کے ایک استاد اور شیخ "ابراہیم بن محمد الاسلمی" رافضی ہیں، امام شافعیؒ ان سے بکثرت روایت نقل فرماتے ہیں، اس لیے امام ابن عدیؒ نے ان کی توثیق کا بڑا زور لگایا۔ انظر قول ابن عدي في (إبراهيم بن محمد بن أبي يحيى الأسلمي) شيخ الشافعي: "نظرت الكثير من حديثه فلم أجد له حديثاً منكراً" مع أنك تعلم أقوال أهل النقد فيه، كأحمد، وابن حبان، قال العجلي: (مدني رافضي، جهمي، قدری، لا يكتب حديثه) "بل كذبه غير واحد من النقاد. ولو لا أن الشافعي كان يكثر منه، قدر إكثاره من مالك، لما سعى ابن عدي في تقوية أمره، استناداً إلى قول مثل ابن عُقْدَة.^(۲)

۳۔ رافضیت اور شیعیت کی اصطلاح

شیعوں کی روایات قبول ہونے اور صحاح ستہ میں شیعوں کی روایات موجود ہونے

^(۱) الکاشف فی معرفۃ من له رواية فی الكتب الستة، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، ص

۶۸۷، دار القبلة للثقافة الاسلامية جده، ط ۱۴۱۳ھ

^(۲) (فقه اهل العراق وحديثهم، ص ۱۰۱، مکتبہ طیبہ کوئٹہ)

کے الزام سے بچنے کے لیے بعض حضرات نے حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے اس قول کو بطور سہارا استعمال کیا ہے کہ شیعیت کی اصطلاح کے بارے میں متقدمین اور متاخرین علماء کا فرق رہا، وہ یہ کہ متقدمین کی اصطلاح میں تشیع اور شیعہ ان کو کہا جاتا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تمام صحابہ کرام پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت اور فوقیت کے قائل تھے، اور ایسے لوگوں کی روایات قابل قبول ہیں، اور متاخرین کی اصطلاح میں تشیع اور شیعہ روافض ہی سے عبارت ہے، اور غالی روافض کی روایت قبول نہیں کی جاتی ہے۔ بلکہ حافظ ابن حجرؒ کے بقول غالی شیعہ کے بارے میں متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح الگ الگ ہے، متقدمین کی اصطلاح میں غالی شیعہ وہ شمار ہوتے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صحابہ کرام کو برا بھلا کے قائل تھے، اور متاخرین کی اصطلاح میں غالی شیعہ وہ ہیں جو ان صحابہ کرام کی تکفیر اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرّاکے قائل ہیں۔

فالتشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علی عثمان وان علیا کان مصیبا فی حروبه وان مخالفه مخطئ مع تقدیم الشیخین وتفضیلہما وربما اعتقد بعضهم ان علیا افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وإذا کان معتقد ذلك ورعا دینا صادقا مجتهدا فلا ترد روايته بهذا لاسیما ان کان غیر داعیة. وأما التشیع فی عرف المتأخرین فهو الرفض المحض فلا تقبل رواية الرافضی الغالی^(۱)

(۱) تہذیب التہذیب، ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، ترجمۃ ابان، ج ۱ ص ۹۴، دائرۃ المعارف

ان البدعة على ضربين فبدعة صغرى كغلو التشيع أو كالتشيع بلا غلو ولا تحرق فهذا كثير في التابعين واتباعهم مع الدين والورع والصدق فلو رد حديث هؤلاء لذهب جملة من الآثار النبوية وهذه مفسدة بينة ثم بدعة كبرى كالرفض الكامل والغلو فيه والخط على أبي بكر وعمر رضي الله عنهما والدعاء الى ذلك فهوؤلاء لا يقبل حديثهم ولا كرامة وأيضا فلا استحضر الآن في هذا الضرب رجلا صادقا ولا مأمونا بل الكذب شعارهم والتقية والنفاق دثارهم فكيف يقبل من هذا حاله حاشا وكلا فالشيعة الغالي في زمان السلف وعرفهم هو من تكلم في عثمان والزبير وطلحة وطائفة ممن حارب عليا رضي الله عنه وتعرض لسبهم والغالي في زماننا وعرفنا هو الذي كفر هؤلاء السادة وتبرأ من الشيخين أيضا فهذا ضال مفتر. ^(۱)

حافظ ابن حجرؒ کی مذکورہ تحقیق اور رائے کو تسلیم کرنے کے باوجود بھی اس سے شیعوں کے علی الاطلاق تکفیر پر استدلال چند وجوہات سے درست نہیں:

اولاً: کہ یہ استدلال اس وقت درست ہوتا اگر حافظ ابن حجرؒ تمام رواضع کی روایات کو قبول نہ کرنے کا فیصلہ فرماتے، حالاں کہ انہوں نے غالی رافضی کی روایت قبول نہ ہونے کی بات کی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رواضع کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم غالی رواضع کی ہے، ایسے رواضع کی روایت قبول نہیں۔ اور دوسری قسم غیر غالی رواضع کی ہے، ایسے رواضع کی روایت قبول کی جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے تو

^(۱) لسان المیزان، ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، ج ۱ ص ۹، ۱۰، مؤسسة العلمی بیروت، ط ۱۳۹۰ھ

مفتیان دارالعلوم دیوبند کے موقف اور فتویٰ کی تائید ہوتی ہے کہ بعض شیعہ یار وادافع کافر ہیں اور بعض نہیں۔ ثانیاً: کہ اگر صحاح ستہ میں صرف شیعہ کی روایات ہوتیں تو پھر یہ فرق مفید ہوتا، لیکن ان میں شیعوں کی روایات کے ساتھ روافض کی روایات بھی مروی ہیں، جس کی تفصیل گزر چکی۔ ثالثاً: تیسری وجہ یہ ہے کہ شہادت کے ابواب میں متقدمین اور متاخرین فقہائے کرام کی عبارات میں عموماً روافض کا لفظ مذکور ہے، جن میں یہ تفصیل ہے کہ اس طرح کے فرقوں کی گواہی قبول ہونے کی گنجائش ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک سارے روافض کافر نہیں، ورنہ پھر تو ان کی گواہی کے قبول ہونے کی گنجائش نہ ہوتی۔ علامہ شامیؒ نے بھی ان کی عدم تکفیر پر اسی مسئلے سے استدلال فرمایا ہے کہ کسی نے ان کی گواہی قبول نہ ہونے کی علت اور سبب کفر نہیں بتایا ہے۔

(و) تُقْبَلُ (شَهَادَةُ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ) مُطْلَقًا سَوَاءٌ كَانَ عَلَى أَهْلِ السُّنَّةِ، أَوْ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ، أَوْ عَلَى الْكُفْرَةِ إِذَا لَمْ يَكُنْ اعْتِقَادُهُمْ مُؤَدِّيًّا إِلَى الْكُفْرِ كَمَا فِي الذَّخِيرَةِ وَهُمْ أَهْلُ الْقِبْلَةِ الَّذِينَ مُعْتَقَدُهُمْ غَيْرُ مُعْتَقَدِ أَهْلِ السُّنَّةِ فِي بَعْضِ الْأُمُورِ كَالْجُبُرِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ وَالرَّوَافِضِ وَالْخَوَارِجِ وَالْمُعْطَلَةِ وَالْمُشَبَّهَةِ وَكُلُّ مَنْهُمْ أَنَّنِي عَشْرَ فِرْقَةٍ عَلَى مَا هُوَ الْمَذْكُورُ فِي الْكُتُبِ الْكَلَامِيَّةِ. ^(۱)

وَمَا يَزِيدُ ذَلِكَ وَضُوحًا مَا صَرَّحُوا بِهِ فِي كُتُبِهِمْ مُتُونًا وَشُرُوحًا مِنْ قَوْلِهِمْ: وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مَنْ يُظْهَرُ سَبُّ السَّلَفِ وَتُقْبَلُ شَهَادَةُ أَهْلِ

^(۱) مجمع الانهر فی شرح ملتقى الابحر، عبد الرحمن بن محمد داماد افندی المتوفى ۱۰۷۸ھ، ج ۲ ص ۲۰۰، دار

الْأَهْوَاءِ إِلَّا الْخَطَابِيَّةَ. وَقَالَ ابْنُ مُلْكٍ فِي شَرْحِ الْمَجْمَعِ: وَتُرَدُّ شَهَادَةُ مَنْ يُظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ لِأَنَّهُ يَكُونُ ظَاهِرَ الْفُسُوقِ، وَتُقْبَلُ مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ الْجُبُرِ وَالْقَدَرِ وَالرَّفْضِ وَالْحَوَارِجِ وَالتَّشْبِيهِ وَالتَّعْطِيلِ. اهـ. وَقَالَ الزَّيْلَعِيُّ أَوْ يُظْهِرُ سَبَّ السَّلَفِ يَعْنِي الصَّالِحِينَ مِنْهُمْ وَهُمْ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ؛ لِأَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ تَدُلُّ عَلَى قُصُورِ عَقْلِهِ وَقِلَّةِ مُرُوءَتِهِ، وَمَنْ لَمْ يَمْتَنِعْ عَنْ مِثْلِهَا لَا يَمْتَنِعْ عَنِ الْكَذِبِ عَادَةً، بِخِلَافِ مَا لَوْ كَانَ يُخْفِي السَّبَّ اهـ وَلَمْ يُعَلِّلْ أَحَدٌ لِعَدَمِ قَبُولِ شَهَادَتِهِمْ بِالْكُفْرِ كَمَا تَرَى. ^(۱)

اور ساتھ یہ کہ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ روافض اور شیعوں کے درمیان اس طرح کے فرق پر مطمئن نظر نہیں آتے، وہ فرماتے ہیں: "کہ عرف اور استعمال کے شائع اور زیادہ ہونے کے اعتبار سے فرق ہو سکتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی ہیں۔"

واعلم أَنَّ الرافضي عند علماء الجرح والتعديل، مَنْ سَبَّ الصحابة رضي الله عنهم، وَمَنْ كَانَ حُبُّهُمْ عَ أَهْلِ الْبَيْتِ أَزِيدَ كَانَ يُسَمُّونَهُ شِيعِيًّا، وَلَمْ يَكُنِ الْعَرَفُ عِنْدَهُمْ كَمَا شَاعَ الْآنَ، فَإِنَّ الشَّيْعِيَّ وَالرَّافِضِيَّ عِنْدَنَا وَاحِدَ. ^(۲)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے بھی روافض کی تکفیر کی بحث میں روافض اور شیعہ دونوں الفاظ استعمال فرمائے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی ان دونوں اصطلاح میں کوئی معتد بہ فرق نہیں ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "اس

^(۱) رد المحتار، ابن عابدین محمد امین بن عمر الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ، باب المرتد، ج ۴ ص ۲۳۷، دار الفکر بیروت، ط ۱۴۱۲ھ

^(۲) فیض الباری، العلامة محمد انور شاہ لکھنوی المتوفی ۱۳۵۳ھ، باب الکفن بغیر قمیص، ج ۳ ص ۲۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط ۲۰۰۵ء

لیے ان کے کفر میں علماء کا اختلاف رہا، حضرات فقہاء اور محدثین کا قول فیصل اس بارہ میں یہ ہے کہ خوارج اور روافض دونوں اسلامی فرقے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کی طرح کافر نہیں، البتہ خوارج اور روافض کے وہ فرقے جو ضروریات دین اور قطعیات اسلام کے منکر ہیں وہ کافر ہیں، مثلاً شیعوں کے بعض فرقے اس کے قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خدا حلول کر آیا، یا خدا تعالیٰ نے عالم کی تدبیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دی، یا جبرئیل (علیہ السلام) غلطی سے وحی بجائے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر لے گئے، ایسے لوگ کافر ہیں۔ اور جو شیعہ صرف تبرائی ہیں، اور حضرت صحابہ کرام کی شان میں سب و شتم کرتے ہیں، اور ضروریات دین اور قطعیات اسلام کے منکر نہیں، وہ گمراہ اور بدعتی ہیں، کافر نہیں^(۱)۔

۴۔ امام عبدالرزاق اور امام حاکم پر شیعیت کے الزام کی حقیقت

بعض حضرات نے امام عبدالرزاق (متوفی: ۲۱۱ھ) پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا ہے، اور خود بعض شیعہ مصنفین نے بھی ان کو شیعہ فرقہ امامیہ میں شمار کیا ہے، لیکن یہ بات درست نہیں ہے، اس لیے کہ انہوں نے مصنف میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات اور مناقب ذکر کئے ہیں، اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فضیلت کے قائل تھے اور ساتھ یہ کہ انہوں نے چاروں خلفائے راشدین کی محبت کو ایمان کی علامت قرار دی ہے۔ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ يَقُولُ: مَا أَنْشَرَ صَدْرِي قَطُّ أَنْ أَفْضَلَ عَلِيًّا عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَرَحِمَهُمَا اللَّهُ وَرَحِمَ عُثْمَانَ، وَعَلِيًّا مَنْ لَمْ يُحِبَّهُمْ فَمَا هُوَ بِمُؤْمِنٍ أَوْثَقَ عَمَلِي حُبِّي إِيَّاهُمْ^(۲)۔

(۱) عقائد الاسلام، مولانا محمد ادریس کاندھلوی المتوفی ۱۹۷۴ء، ص ۲۹۹، زمزم پبلشرز کراچی، ط ۲۰۰۵ء

(۲) سیر اعلام النبلاء، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، ج ۸ ص ۲۲۷، دار

ان کی طرف بعض ایسے اقوال جن میں حضرت عمر اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں تحقیر کے شائبہ اور پہلو نظر آتا ہے، کی نسبت درست نہیں، اس لیے کہ وہ اقوال متن اور سند دونوں کے اعتبار سے معتمد اور قابل قبول نہیں ہیں۔^(۱)

مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے امام عبدالرزاق کو شیعہ تفضیلیہ میں سے شمار کیا ہے۔^(۲)

لیکن حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں: "بعض حضرات نے کہا ہے کہ عبدالرزاق کا تشیع صرف یہ ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے، جبکہ مذکورہ روایت (سیر اعلام النبلاء والی روایت) کے الفاظ «ورحم عثمان وعلیا» سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے۔»^(۳)

اسی طرح بعض حضرات نے امام حاکمؒ (متوفی: ۴۰۵ھ) کی طرف بھی رافضی ہونے کی نسبت کی ہے، حتیٰ کہ ان کو "رافضی خبیث" کہا گیا ہے، لیکن یہ بات اور نسبت صحیح نہیں، انہوں نے اپنی کتاب "مستدرک حاکم" میں خلفائے راشدین کا ذکر اہل السنۃ والجماعۃ کی ترتیب کے موافق کیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ذکر کیا۔ ہاں حاکم کی یہ بات قابل گرفت ہے اور غلط ہے کہ وہ تاریخی پروپیگنڈے کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

(۱) العصیدۃ السماویۃ شرح العقیدۃ الطحاویۃ، مولانا مفتی رضاء الحق، ج ۲ ص ۴۱۵—۴۱۸، زمزم پبلشرز کراچی، ۲۰۲۱ء

(۲) تحفہ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ)، مولانا شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ، ص ۵۳، دارالاشاعت، طان

(۳) العصیدۃ السماویۃ شرح العقیدۃ الطحاویۃ، مولانا مفتی رضاء الحق، ج ۲ ص ۴۱۷، زمزم پبلشرز کراچی، ۲۰۲۱ء

منحرف تھے، اور اپنی کتاب میں مناقب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ اور مناقب عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابواب نہیں لائے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں غلو اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت سے خلویہ حاکم کا تشیع ہے۔^(۱)

أَبْنَانِي أَحْمَدُ بْنُ سَلَامَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ الطَّرْسُوسِيِّ، عَنِ ابْنِ طَاهِرٍ: أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا إِسْمَاعِيلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ الْهَرَوِيَّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْحَاكِمِ، فَقَالَ: ثِقَةٌ فِي الْحَدِيثِ، رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ. قُلْتُ: كَلَّا لَيْسَ هُوَ رَافِضِيًّا، بَلْ يَتَشَيَّعُ. قَالَ ابْنُ طَاهِرٍ: كَانَ شَدِيدَ التَّعَصُّبِ لِلشَّيْعَةِ فِي الْبَاطِنِ، وَكَانَ يُظْهِرُ التَّسَنُّنَ فِي التَّقْدِيمِ وَالْخِلَافَةِ، وَكَانَ مُنْحَرِفًا غَالِيًا عَنْ مُعَاوِيَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، يَتَظَاهَرُ بِذَلِكَ، وَلَا يَعْتَذِرُ مِنْهُ.^(۲)

ثم هو شيعي مشهور بذلك من غير تعرض للشيخين وقد قال ابن طاهر سألت أبا إسماعيل عبد الله الأنصاري عن الحاكم أبي عبد الله فقال إمام في الحديث رافضي خبيث قلت إن الله يحب الإنصاف ما الرجل برافضي بل شيعي فقط...^(۳)

حافظ ابن حجرؒ نے اس کے ساتھ مزید یہ بھی فرمایا ہے کہ امام حاکمؒ بہت بڑی شخصیت

(۱) العصيدة السماوية شرح العقيدة الطحاوية، مولانا مفتی رضاء الحق، ج ۲ ص ۴۱۴، زمزم پبلشرز کراچی، ۲۰۲۱ء
(۲) سير اعلام النبلاء، شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد الذهبي المتوفى ۷۴۸ھ، ج ۱۲ ص ۵۷۶، دار الحديث القاهرة، ط ۱۴۲۷ھ

(۳) ميزان الاعتدال، شمس الدين ابو عبد الله محمد بن احمد الذهبي المتوفى ۷۴۸ھ، ج ۳ ص ۶۰۸، دار المعرفة للطباعة والنشر، ط ۱۳۸۲ھ

ہیں ان کو ضعفاء میں شمار کرنا درست نہیں، یہ ضرور ہے کہ مستدرک ان کی آخری عمر کی تصنیف ہے جو بعض کے بقول اس وقت ان میں تغیر اور غفلت پیدا ہوئی تھی۔

ثم هو شيعي مشهور بذلك من غير تعرض للشيخين وقد قال ابن طاهر سألت أبا إسماعيل عبد الله الأنصاري عن الحاكم أبي عبد الله فقال إمام في الحديث رافضي خبيث قلت إن الله يحب الإنصاف ما الرجل برافضي بل شيعي فقط...

والحاكم أجل قدرا وأعظم خطرا وأكبر ذكرا من أن يذكر في الضعفاء لكن قيل في الاعتذار عنه أنه عند تصنيفه للمستدرک كان في أواخر عمره وذكر بعضهم أنه حصل له تغیر وغفلة في آخر عمره.^(۱)

مسند الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ کتب تاریخ قدیمہ میں جن حضرات پر شیعہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہے وہ اہل السنۃ والجماعت میں سے تھے، لیکن ابتدا میں شیعہ کا اطلاق سنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں پر ہوتا تھا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ شیعان اولیٰ جس میں اہل سنت اور اہل تفضیل دونوں شامل ہیں، پہلے شیعہ کہے جاتے تھے مگر جب سے غلاة (غالی) روافض، زیدیوں اور اسمعیلیوں نے اپنے لیے شیعہ لقب اختیار کیا اور ان کے اعمال وعقائد کی قباحتیں اور شر ظاہر ہونے لگے تو حق و باطل کے مل جانے کے خطرہ کے پیش نظر فرقہ سنیہ و تفضیلیہ نے اس لقب کو اپنے لیے ناپسند کر کے ترک کر دیا، اور اس

^(۱) لسان المیزان، ابو الفضل احمد بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، ج ۵ ص ۲۳۳، مؤسسة العلمی

کی جگہ اہل سنت والجماعت کا لقب اختیار کیا۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ تاریخ کی قدیم کتابوں میں اساطین اہل سنت کے لیے جو یہ الفاظ "فلان من الشيعة أو من شيعة" مذکور ہیں تو یہ الفاظ اپنی جگہ درست ہیں، کیونکہ پہلے ایسے حضرات شیعان اولیٰ کا یہ لقب تھا، واقعی کی تاریخ اور استیعاب میں اس قسم کے الفاظ بہت آتے ہیں، لہذا اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے، یہ حضرات مذکورین ہر گز ایسے شیعہ نہ تھے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور مددگاری کے سبب شیعان علی (علی کے ساتھی) کہلاتے تھے" (۱)

(۱) تحفہ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ)، مولانا شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ، ص ۴۰، دارالاشاعت، طن

باب ششم: مختلف اور متفرق مسائل و مباحث

۱۔ شیعہ اور عقیدہ تحریف قرآن

اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ جو قرآن مجید کی تحریف کا قائل ہو وہ بالاتفاق کافر ہے، امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ نے تو اپنے فتوے میں یہاں تک فرمایا کہ "المختصر شیعوں کا کفر بر بنائے عقیدہ تحریف قرآن محل تردد نہیں ہے، علاوہ اس کے دوسرے وجوہ کفر بھی ہیں، مثلاً عقیدہ بداء، قذف ام المؤمنین وغیرہ کے، مگر ان میں کچھ تاویل کی گنجائش ہے۔" اس کی تفصیل "باب چہارم" میں گزر چکی ہے، لیکن کیا سب شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں؟ اس بارے میں ایک طرف تو ہمیں شیعہ مصنفین کی ایسی کتابیں نظر آتی ہیں جن کا موضوع یہی ہے کہ موجودہ قرآن مجید میں تحریف ہوئی ہے، (نعوذ باللہ من ذلک) ان کتابوں میں سب سے مشہور کتاب "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" ہے، جو مشہور شیعہ عالم حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی المتوفی ۱۳۲۰ھ کی تصنیف ہے۔ اس میں مصنف نے اس بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ قرآن میں ہر قسم کی تحریف ہوئی ہے، (نعوذ باللہ من ذلک) اور یہ کہ اس پر متواتر اور دو ہزار روایات ہیں، اصل قرآن سترہ ہزار آیاتوں پر مشتمل ہے۔ تفصیل کے لیے حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ کی کتاب "شیعہ اور قرآن" یعنی "تنبیہ الحائرین بحمایۃ الکتاب المبین" کا مطالعہ کریں۔

لیکن دوسری طرف ہمیں بعض شیعہ علماء کی ایسی تصنیفات بھی ملتی ہیں جو اس موضوع پر ہیں کہ موجودہ قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ جب مذکورہ کتاب "فصل الخطاب" منظر عام پر آئی تو اسی وقت ایک شیعہ عالم محمود بن ابی القاسم نے اس کے رد

اور تردید میں "کشف الارتیاب فی عدم تحریف الکتاب" کے نام سے کتاب لکھی۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ اس بارے میں یہ تفصیل فرماتے ہیں: "فصل الخطاب کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب یہ کتاب تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں شائع ہوئی تو ایران و عراق کے شیعہ علماء کی طرف سے جنہوں نے عقیدہ تحریف قرآن سے انکار کی پالیسی اپنالی تھی، اس کے خلاف بڑا ہنگامہ برپا کیا گیا، اور معلوم ہوا کہ اس کا جواب بھی لکھا گیا۔ علامہ طبرسی نے اس کے جواب میں بھی مستقل کتاب لکھی، اس کا نام ہے "رد الشبهات عن فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب"۔^(۱)

اسی طرح ایک شیعہ عالم طالب حسین کرپالوی نے "تحریف قرآن" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی، جس کی تقریب رونمائی ۱۹۸۴ء کو کراچی میں ہوئی، اس کتاب پر مرزا یوسف حسین، علامہ طالب جوہری اور مرزا محمد عالم لکھنوی کی تقریظات ہیں، اس کتاب میں مؤلف نے دعویٰ کیا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں۔^(۲) بعض شیعوں نے تو الٹا سنیوں پر یہ الزامات لگائے کہ ہم نہیں، سنی تحریف قرآن کے قائل ہیں، اور اس بارے میں انہوں نے تصانیف بھی لکھیں، جن کے جواب میں ہمارے علماء کرام نے تصانیف تحریر فرمائیں، مثلاً حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ کی تصنیفات "شیعہ اور قرآن" معروف بہ تنبیہ الحائرین بحمائیۃ الکتاب المبین" اور "افسانہ تحریف قرآن" اور مفتیان جامعہ علامہ بنوری ٹاؤن کی زیر سرپرستی "مسئلہ

(۱) ایرانی انقلاب، مولانا محمد منظور نعمانی متوفی ۱۹۹۷ء، ص ۷۶، ۷۷، حاجی عارفین اکیڈمی، ط ۱۹۸۷ء

(۲) خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ۱۸۸، خصوصی اشاعت ماہنامہ بینات

تحریف قرآن پر دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کا تحقیقی فتویٰ "منظر عام پر موجود ہیں۔

اسی طرح اگر ایک طرف بعض شیعہ مصنفین یہ لکھتے ہیں کہ تحریف قرآن کا مسئلہ ہمارے ہاں تو اتر سے ثابت ہے، اس سے انکار کی گنجائش نہیں، تو دوسری طرف کچھ شیعہ مصنفین یہ لکھتے ہیں کہ موجودہ قرآن تو اتر سے ثابت ہے، تحریف کا قائل ہونا اور نسبت کرنا شذوذ اور کذب ہے۔ ہم یہاں پر دونوں طرف سے دو تین اقوال اور حوالے نقل کریں گے، اور اس کے بعد اس موضوع کے متعلق اپنے اکابر کے تجزئے اور آراء بھی پیش کریں گے۔

شیعوں میں تحریف قرآن کے مسئلے پر مشہور شیعہ عالم ابو جعفر کلینی لکھتے ہیں: کہ جو نازل شدہ جیسے پورے قرآن جمع کرنے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، اس طرح کا قرآن صرف علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اور ان کے بعد ائمہ علیہم السلام نے جمع اور یاد کیا۔ "ما ادعی من الناس أنه جمع القرآن كله كما أنزل إلا كذاب، وما جمعه وحفظه كما نزلہ اللہ تعالیٰ إلا علی بن ابی طالب علیہ السلام والائمة من بعده علیہم السلام۔"^(۱)

اسی طرح شیعوں کے مجتہد ملا باقر مجلسی نے بھی لکھا ہے "کہ قرآن میں تحریف پر صحیح اخبار متواترہ موجود ہیں، ان کو تسلیم نہ کرنا اخبار اور احادیث سے اعتماد اٹھنے کا سبب ہوگا۔" وکثیرا من الأخبار الصحيحة صریحة فی نقص القرآن وتغییرہ،

^(۱) اصول کافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی المتوفی ۳۲۹ھ، ج ۱ ص ۲۲۸، دار الکتب الاسلامیہ

وعندي الأخبار في هذا الباب متواترة معني، وطرح جميعها يوجب رفع الاعتماد عن الأخبار. ^(۱)

اور ایک اور مشہور شیعہ عالم حسین بن محمد تقی طبرسی جو تحریف کے قول اور عقیدہ کے پرزور حامی ہیں، لکھتے ہیں "کہ امیر المؤمنین کے پاس خاص قرآن تھا جو ترتیب، کلمات اور کمی وزیادتی کے اعتبار سے اس قرآن کے مخالف اور الگ تھا۔" مخالفاً لهذا القرآن الموجود من حيث التأليف وترتيب السور والآيات، بل الكلمات أيضاً ومن جهة الزيادة والنقص. ^(۲)

شیعوں میں سے جو تحریف قرآن کے منکر ہیں ان میں مشہور شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بابویہ ہیں، ان کے بقول جو قرآن لوگوں کے ہاتھ میں ہے یہ وہی قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، وہ اس سے زیادہ نہیں تھا، جو شخص ہماری طرف نسبت کرتا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ اصل قرآن موجودہ قرآن سے زائد تھا سو وہ جھوٹا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: «اعتقادنا في القرآن الذي أنزل الله تعالى على نبيه وهو ما بين الدفتين، وهو ما في أيدي الناس، ليس بأكثر من ذلك. ومبلغ سورة عند الناس مائة وأربعة عشر سورة، وعندنا والضحى وألم نشرح سورة واحدة، ولإيلاف وألم تر كيف سورة واحدة. ومن نسب إلينا أنا نقول إنه أكثر من ذلك فهو كاذب». ^(۳)

^(۱) مرآة المعقول، ملا باقر مجلسی المتوفی ۱۱۱۱ھ، ج ۱۲ ص ۵۲۵، دار الكتب الاسلامیہ تہران

^(۲) فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب، حسین بن محمد النوری الطبرسی المتوفی

۱۳۲۰ھ، ص ۱۲۱

^(۳) رسالہ اعتقادات بحوالہ ازالۃ الشکوک، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ج ۳ ص ۲۱، عکس پبلیکیشنز

اور فرقہ امامیہ کی مشہور تفسیر "مجمع البیان" میں سید مرتضیٰ علی بن حسین الموسویٰ کے حوالہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو قرآن جمع اور مرتب تھا وہ اس طور پر تھا جیسا کہ اب ہے... اور امامیہ اور حشویہ فرقہ میں سے جس نے اس قرآن کے حق میں خلاف کیا ہے اس کا اعتبار نہیں، اس لیے کہ وہ اختلاف ایسے محدثین کی طرف منسوب ہے جنہوں نے ضعیف روایات نقل کر کے ان کو صحیح سمجھا، سو ایسی ضعیف روایات سے قطعی اور یقینی بات کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ «ذكر السيد الأجل المرتضى عام الهدى ذو المجد أبو القاسم علي بن حسين الموسوي أن القرآن كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم مجموعاً مؤلفاً على ما هو الآن... وذكر أن من خالف من الإمامية والحشوية لا يعتد بخلفهم، فإن الخلاف مضاف إلى قوم من أصحاب الحديث، نقلوا أخباراً ضعيفةً ظنوا صحتها، لا يرجحون مثلها على المعلوم المقطوع على صحته»^(۱)

فرقہ امامیہ کے ایک بڑے عالم قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں: کہ شیعہ امامیہ کی طرف قرآن میں تغیر واقع ہونے کا جو قول منسوب ہے وہ جمہور امامیہ کا قول نہیں، بلکہ وہ ایسے تھوڑے سے لوگوں کا قول ہے جن کا امامیہ فرقہ میں کچھ اعتبار نہیں۔ «ما نسب إلى الشيعة الإمامية بوقوع التغير في القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية، إنما قال به شذمة قليلة منهم، لا اعتداد بهم فيما بينهم»^(۲)

^(۱) تفسیر مجمع البیان بحوالہ ازالۃ الشکوک، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ج ۳ ص ۲۱، ۲۲، عکس پبلیکیشنز

لاہور، ط ۲۰۱۸ء

^(۲) مصائب النواصب بحوالہ ازالۃ الشکوک، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ج ۳ ص ۲۳، عکس پبلیکیشنز

لاہور، ط ۲۰۱۸ء

اب ہم اپنے چند اکابر کے مختلف اقوال اور آراء نقل کرنا چاہتے ہیں، جن میں سے بعض حضرات کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں، اور دوسرے بعض کے اقوال اس پر دال ہیں کہ سب شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں۔ پہلے ان حضرات کے اقوال پیش کریں گے جن کی رائے میں سب شیعہ تحریف کے قائل ہیں، اور اس کے بعد ان حضرات کے اقوال پیش کریں گے جو اس کے قائل ہیں کہ سب شیعہ تحریف کے قائل نہیں، ان میں کچھ عقیدہ تحریف کے منکر بھی ہیں۔

امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی صاحب فرماتے ہیں: کہ شیعوں کے معتبر اور نہایت معتبر کتابوں میں زائد از دو ہزار روایات قرآن شریف میں پانچ قسم کی تحریف موجود ہیں، کمی، بیشی، تبدل الفاظ، تبدل حروف، خرابی ترتیب آیات و سور و کلمات۔ اور یہ روایات ان تین اقراروں کے ساتھ ہیں: اقرار اول علمائے شیعہ کا یہ کہ یہ روایات کثیر اور متواتر ہیں، اقرار دوم علمائے شیعہ کا یہ کہ یہ روایات تحریف قرآن پر صراحۃً بولالت کر رہی ہیں، اقرار سوم علمائے شیعہ کا یہ کہ انہیں روایات کے مطابق شیعہ تحریف قرآن کے معتقد بھی ہیں"۔^(۱)

اور محقق عالم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: "شیعہ اثنا عشریہ کی بنیادی اور مسلمہ کتابوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی ایسے یقین کے ساتھ آنکھوں کے سامنے آئی جس میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن محرف ہے، اس میں اسی طرح تحریف ہوئی ہے جیسی اگلی کتابوں تورات انجیل وغیرہ میں ہوئی تھی۔ وہ بعینہ وہ کتاب اللہ نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ

^(۱) شیعہ اور تحریف قرآن معروف بہ تنبیہ الحائرین بحمایۃ الکتاب المبین، مولانا عبد الشکور لکھنوی متوفی

علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی تھی۔ اثنا عشریہ کی حدیث کی کتابوں میں جن میں ان کے ائمہ معصومین کی روایات جمع کی گئی ہیں، جن پر مذہب شیعہ کا دار مدار ہے، خود اُن کے اکابر محدثین، مجتہدین کے بیان کے مطابق دو ہزار سے زیادہ ائمہ معصومین کی وہ روایات ہیں جن سے قرآن کا محرف ہونا ثابت ہوتا ہے اور اُن کے اُن علماء و مجتہدین نے جو اثنا عشری مذہب میں سند کا درجہ رکھتے ہیں اپنی کتابوں میں اعتراف کیا ہے کہ یہ روایات متواتر ہیں، اور تحریف قرآن پر ان کی دلالت صاف اور صریح ہے، جس میں کوئی ابہام و اشتباہ نہیں ہے، اور یہ کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے"۔^(۱)

اور امام اہل سنت حضرت مولانا سر فراز خان صفدر اپنی تحقیق کی روشنی میں فرماتے ہیں: "شیعہ کی تکفیر کی وجہ اول یہ ہے کہ وہ قرآن مجید میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے قائل ہیں، اور تحریف قرآن کریم کا نظریہ خالص کفر ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں: کہ کلام اللہ پر مدار اسلام ہے، اور قرون اولیٰ سے بتواتر نقل ہے اور کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں، اور مطلق زیادتی اور نقصان کا اس میں احتمال نہیں، اس میں بھی گھڑی ہوئی آیتیں اور بناوٹی ملا دیتے ہیں، اور آیات قرآنی میں (تحریف) و تصحیف کو روا رکھتے ہیں الخ (رد و انفض ص ۲۱) حضرت مجدد صاحب نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح اور بجا فرمایا ہے، لا شک فیہ ولا ریب۔ ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید"۔^(۲)

یہ تو وہ حضرات تھے جن کی رائے میں سب شیعہ تحریف کا عقیدہ رکھتے ہیں، اب

(۱) شیعہ اثنا عشریہ اور عقیدہ تحریف قرآن، مولانا محمد منظور نعمانی متوفی ۱۹۹۷ء، ص ۳، مکتبہ بینات کراچی، ط ۱

(۲) ارشاد الشیعہ، مولانا سر فراز خان صفدر متوفی ۲۰۰۹ء، ص ۳۱، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ، ط ۲۰۰۱ء

ان اکابر کے اقوال ملاحظہ فرمائیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ سب کی طرف عقیدہ تحریف کی نسبت درست نہیں، ان میں کچھ عدم تحریف کے بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ فرماتے ہیں: "مذہب محققین شیعہ اس بات میں یاتویہ ہے کہ کلام اللہ میں نہ کوئی کمی ہوئی نہ کوئی بیشی، چنانچہ استاد علامہ کلینی (کے برخلاف) حضرت صدوق اس کے قائل ہیں۔ یا یہ کہ کمی تو ہوئی ہے زیادتی نہیں ہوئی، عرض زیادتی کا نہ ہونا اجماعی۔ اور آیت مرقومہ سے انکار نہیں ہو سکتا، مگر یہ چونکہ دونوں مذہب مخالف روایات کلینی ہیں جو کہ اصح الکتاب شیعہ ہے۔ اور نیز ذہن نشین اکثر شیعہ بھی یہی ہے کہ کلام اللہ میں کمی زیادتی دونوں ہوئی ہیں۔" (۱)

اور ایک دوسرے مقام پر حضرتؒ فرماتے ہیں: "اور شاید کچھ یہ سوچ سمجھ کر شیخ صدوق اعنی ابن بابویہ نے کتاب الاعتقادات میں اس عقیدہ سے ہاتھ اٹھایا، اور ہمارے نزدیک اس حساب سے وہ اسم با مسمیٰ ہو گئے۔ مگر سنیوں سے دامن چھڑانے کے لیے سب اہل تشیع کی طرف سے نیابہ یوں کہہ اٹھے «مَنْ نَسَبَ إِلَيْنَا أَنَّا نَقُولُ إِنَّهُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ كَاذِبٌ» یعنی جو یوں کہے کہ شیعہ تو یوں کہیں ہیں کہ کلام اللہ اس سے زیادہ تھا جو اب لوگوں کے پاس ہے اور جس کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں، وہ جھوٹا ہے۔" (۲)

حجت الاسلام حضرت نانوتویؒ کی مذکورہ عبارات سے یہ چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ہدیۃ الشیعہ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۵ء، ص ۲۴، نعمانی کتب خانہ لاہور، طن

(۲) حوالہ بالا، ص ۳۸

(الف) اکثر شیعہ تحریف قرآن کی زیادتی دونوں کے قائل ہیں۔ (ب) بعض شیعہ کا قول یہ ہے کہ کمی ہوئی لیکن زیادتی نہیں ہوئی۔ (ج) اور کچھ شیعہ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کمی زیادتی میں سے کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی۔ یہ قول شیخ صدوق کا ہے، جو اس کے بھی قائل ہیں کہ جو ہماری طرف تحریف کی نسبت کرے وہ کاذب اور جھوٹا ہے۔ (د) اگرچہ اس بارے میں شیخ صدوق کی مختلف روایات اور اقوال ہیں، تاہم حجت الاسلام حضرت نانوتویؒ نے ان کے عدم تحریف والے قول کا اعتبار کر کے یہ فرمایا کہ شیخ صدوق نے سچ کہہ کر کے اسم باسمی ہو گئے، حالاں کہ حضرت نانوتویؒ کو شیعوں کے عقیدہ تقیہ کا علم ہے، اور آگے اس پر بحث بھی فرمائی ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شیعہ تحریف سے انکار کرے تو اس کی تصدیق کرنی چاہیے اور اس کے اس قول کو تقیہ پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔ ان سے پہلے مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بھی شیخ صدوق کے اس قول کا اعتبار کرتے ہوئے فرمایا: "یہی وجوہ اور امور تھے جن کے پیش نظر شیخ ابن بابویہ اپنی کتاب الاعتقادات میں اس جھوٹے عقیدے (تحریف قرآن) سے دست بردار ہو گیا اور فارغ خطی دیدی"۔^(۱)

۱۸۵۷ء جنگ آزادی کے ایک ہیرو اور حضرت نانوتویؒ کے اہم ساتھی مناظر اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ بھی اس کے قائل ہیں کہ تحریف قرآن کا عقیدہ اثنا عشریہ امامیہ میں سے چند لوگوں کا ہے، جمہور اور محققین شیعہ تحریف کے منکر ہیں، اس لیے تحریف قرآن کا عقیدہ ان کے اصول کے اعتبار سے بھی ایک شاذ اور مردود عقیدہ ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "شیعہ کے فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے جمہور اور محققین

(۱) تحفہ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ)، مولانا شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ، ص ۲۷۵، دارالاشاعت، طان

علماء کے نزدیک قرآن مجید تغیر و تبدل سے محفوظ ہے، اور اگر اس فرقہ کا کوئی شخص قرآن مجید میں کمی بیشی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا قول ان جمہور علماء اثنا عشری کے نزدیک مردود اور ناقابل قبول ہے۔ خوف طوالت کے سبب اس فرقہ کے محققین علماء کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں...^(۱)

ایک اور مقام پر اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "سوان قولوں سے معلوم ہوا کہ جمہور امامیہ کے یہی مذہب رکھتے ہیں کہ یہی قرآن رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا اور اتنا ہی تھا، ہر گز اس میں سے کچھ ناقص نہیں ہوا، اور تھوڑے سے غیر معتبر لوگوں نے جو اس فرقے سے ایسا اعتقاد کیا ہے سو وہ اعتقاد مردود ہے، اور جن روایتوں سے انہوں نے تمسک پکڑا ہے وہ روایتیں ضعیف واجب الرد ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ جو روایت آحاد دلیل قطعی کے مخالف ہو وہ مؤول ہوتی ہے یا واجب الرد، اور یہ علماء امامیہ کے اصول مقررہ میں سے ہے۔"^(۲)

محقق عظیم حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ کی تحقیق اور رائے بھی یہی ہے کہ جمہور شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں، انہوں نے شیعوں کی کتابوں سے ایسے سات حوالے نقل کئے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ چند افراد کے علاوہ باقی شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں، چنانچہ وہ ایک عنوان "شیعہ اور تحریف قرآن" کے تحت فرماتے ہیں: "مستشرقین جب ہر طرح قرآن کی تحریف ثابت کرنے سے عاجز آگئے، تو بڑے زور شور سے یہ لکھ دیا کہ مسلمانوں کا بڑا فرقہ تحریف قرآن کے قائل

^(۱) اعجاز عیسوی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی متوفی ۱۸۹۱ء، ص ۵۸۸، ادارہ اسلامیات لاہور، ط ۱

^(۲) ازالہ الشکوہ، مولانا رحمت اللہ کیرانوی متوفی ۱۸۹۱ء، ج ۳ ص ۲۴، ۲۵، عکس پبلکیشنز لاہور، ط ۱۸۰۱ء

ہے، اور وہ شیعہ ہے، اور اس انداز سے لکھا کہ گویا تحریفِ قرآن شیعوں کا مسلم عقیدہ ہے۔ حالاں کہ یہ بالکل غلط ہے، شیعوں کا مذہب وہی ہے جو جو سنیوں کا ہے کہ قرآن مکمل طور پر محفوظ ہے، اور اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہوئی، جس کے لیے شیعوں کی متعدد کتابوں کے حوالجات پیش کرتا ہوں... ان مستند حوالجات شیعہ کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ میں چند ناقابل اعتبار افراد کے سوا کوئی بھی تحریف یا قرآن میں کمی بیشی ہونے کے قائل نہیں"۔^(۱)

اس مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ تحریفِ قرآن کے عقیدے کے بارے میں خود شیعوں کا آپس میں بھی شدید اختلاف رہا، اور کیا یہ عقیدہ سب شیعوں کا ہے؟ اس بارے میں ہمارے اکابر کا بھی اختلاف ہے۔ اس کے متعلق ہمارے اکابر کے تین اقوال معلوم اور ظاہر نظر آتے ہیں: پہلا قول جو امام اہل سنت حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی^۲، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی^۳ اور امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر^۴ کا ہے کہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ سب کے سب تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، دوسرا قول جو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی^۵ کا ہے کہ سب تو قائل نہیں، لیکن اکثر قائل ہیں، تیسرا قول امام المناظرین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی^۶ اور محقق عظیم حضرت مولانا شمس الحق افغانی^۷ کا ہے کہ اثنا عشریہ میں صرف چند لوگ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں۔ یہ سب ہمارے اکابر ہیں، اور انہوں نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق جو موقف اختیار کیا ہے وہ حق سمجھ کر اختیار کیا ہے، ہر ایک کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا، شریعت کی حفاظت اور اصول دین پر عمل کرنا ہی تھا، اس لیے کسی کو مورد الزام ٹھہرانا یا

(۱) علوم القرآن، مولانا شمس الحق افغانی متوفی ۱۹۸۳ء، ص ۱۳۴—۱۳۶، المکتبۃ الاشرفیہ لاہور، ط ۱

کسی کے بارے توہین آمیز رویہ اختیار کرنا جائز نہیں ہوگا، جس کا جن کی تحقیق پر اعتماد ہو یا جن کے قول کو ترجیح دینا چاہے تو اس کو یہ حق اور اختیار حاصل ہے۔

وَلِلنَّاسِ فِيهَا يَعْشَقُونَ مَذَاهِبُ

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

ہمارا موقف یہ ہے کہ اس بارے میں محتاط فتویٰ اور بہتر معتدل موقف وہی ہے جو مفتیان دارالعلوم دیوبند نے اختیار کیا ہے کہ سب شیعوں پر علی الاطلاق کفر کے فتویٰ کے بجائے یہ کہا جائے کہ جو شیعہ عقائد کفریہ کے قائل اور معتقد ہیں وہ کافر ہیں، اور جو نہیں ان کو کافر نہ کہا جائے، البتہ فاسق ضرور قرار دیا جائے۔ اس لیے کہ اگر تمام شیعوں کو تحریف قرآن کے قائل قرار دیا جائے تو اس صورت میں صرف ایک طرف کے قول پر عمل ہو کر بقیہ اقوال کو یکسر مسترد ہونا لازم آئے گا، اور ساتھ یہ کہ یہ مسئلہ تکفیر کا ہے، اور علامہ شامیؒ کی تحقیق کے مطابق کسی کی تکفیر کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو عدم تکفیر کا قول اگرچہ ضعیف کیوں نہ ہو پھر بھی مفتی کو وہی اختیار کرنا چاہیے۔ وَقَدْ مَرَّ أَنَّهُ إِذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ خِلَافٌ وَلَوْ رِوَايَةً ضَعِيفَةً، فَعَلَى الْمُفْتِي أَنْ يَمِيلَ إِلَى عَدَمِ التَّكْفِيرِ.^(۱)

اسی طرح عرب یمن کے مشہور عالم اور امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے ہم عصر علامہ محمد بن اسماعیل صنعائیؒ نے بھی امام یحییٰ بن حمزہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے

(۱) رد المحتار، ابن عابدین محمد امین بن عمر الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ، باب المرتد، ج ۴ ص ۷۳، دار الفکر

کہ روافض وغیرہ کے کفر میں اختلاف ہے، تاہم ان کی عدم تکفیر مختار اور اولیٰ ہے۔

«الثانية طريق الإمام يحيى بن حمزة ذكره في الانتصار في كتاب الأذان مرة» فإنه قال وأما كفار التأويل وهم المجبرة والمشبهة والروافض والخوارج فقد اختلف أهل القبلة في كفرهم والمختار أنهم ليسوا بكفار لأن الأدلة في كفرهم تحتل احتمالات كثيرة وعلى الجملة من حكم بكفرهم أو إسلامهم قضى بصحة أذانهم وقبول أخبارهم وشهادتهم.^(۱)

اب اس بارے میں چند باتیں کہی جاتی ہیں: ایک یہ کہ جو شیعہ تحریف کے منکر ہیں وہ تقیہ کرتے ہیں، اور دوسری بات یہ کہ جن اکابر نے ان پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ نہیں لگایا ان کو اس بارے میں صحیح تحقیق اور رسائی نہیں ہوئی خصوصاً متقدمین حضرات کو جنہوں نے روافض سے روایات لی ہیں۔

جہاں تک پہلی بات ہے تو اس کے بارے میں ہم یہ چند گزارشات عرض کرتے ہیں: اولاً: یہ کہ اس بارے میں دونوں طرف احتمال ہیں، کہ جس طرح یہ احتمال ہے کہ جن شیعوں نے تحریف سے انکار کیا ہے انہوں نے تقیہ کر کے انکار کیا ہو، تو یہ بھی احتمال ہے کہ جن شیعوں نے تحریف کا قول اختیار کیا ہے وہ بھی تقیہ کی بنیاد پر کیا ہو، اس لیے کہ سب کے نزدیک تقیہ ایک بڑی عبادت ہے، اور مخالف کی ڈر سے اپنے عقیدہ کو چھپا کر مخالف کے قول کے مطابق عقیدہ کا اظہار کو تقیہ کہتے ہیں، تو امکان ہے کہ جب سنیوں نے ان کو تحریف کا قائل قرار دیا اور ان کی طرف تحریف کا عقیدہ منسوب کر دیا

^(۱) توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار، محمد بن اسماعیل الصنعانی المتوفی ۱۱۸۲ھ، ج ۲ ص ۱۳۰، دار الکتب

تو انہوں نے تقیہ کی بنیاد پر اس قول اور نسبت کا نہ صرف اقرار کیا بلکہ اس بارے میں کتابیں بھی لکھیں۔ بہر حال یہ تو ایک احتمال کے درجہ میں بات کہی جاسکتی ہے۔ ثانیاً: کہ جن اکابر نے علی الاطلاق ان پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا ان کو شیعوں کے مذہب میں تقیہ کی حیثیت اور درجہ کا علم تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں منکرین تحریف کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ یہ تقیہ کی بنیاد تحریف کا انکار کرتے ہیں، بلکہ تحقیق سے ان کے قول کو معتبر سمجھ کر یہ کہا کہ فلاں فلاں شیعہ تحریف کے قائل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ نے شیخ صدوق جو منکرین تحریف میں سے ہیں، کے بارے میں یہ فرمایا کہ انہوں اس بارے میں سچائی کا مظاہرہ کر کے اسم با مسمیٰ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت نانوتوی صاحبؒ فرماتے ہیں: "اور شاید کچھ یہ سوچ سمجھ کر شیخ صدوق اعنی ابن بابویہ نے کتاب الاعتقادات میں اس عقیدہ سے ہاتھ اٹھایا، اور ہمارے نزدیک اس حساب سے وہ اسم با مسمیٰ ہو گئے۔ مگر سنیوں سے دامن چھڑانے کے لیے سب اہل تشیع کی طرف سے نیابہ یوں کہہ اٹھے «مَنْ نَسَبَ إِلَيْنَا أَنَّا نَقُولُ إِنَّهُ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ فَهُوَ كَاذِبٌ» یعنی جو یوں کہے کہ شیعہ یوں کہیں ہیں کہ کلام اللہ اس سے زیادہ تھا جواب لوگوں کے پاس ہے اور جس کی ایک سوچودہ سورتیں ہیں وہ جھوٹا ہے"۔^(۱)

ثالثاً: یہ اگر کوئی تقیہ بھی کر لے تو بھی اس کی وجہ سے اس کے حکم تکفیر میں فرق آجاتا ہے، چنانچہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ اس بارے میں یہ تفصیل فرماتے ہیں: "مسلمہ اصول کی بنا پر یہی سمجھا جاتا ہے اور سمجھا جائے گا کہ جو شخص شیعہ اثنا عشری فرقہ سے وابستہ ہے، اس کے عقائد وہی ہیں جو اس فرقہ کی مستند کتابوں میں بیان

^(۱) ہدیۃ الشیعہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۵ء، ص ۳۸، نعمانی کتب خانہ لاہور، طن

کئے گئے ہیں اور انہیں عقائد کی بنا پر اس کے بارے میں وہ شرعی فیصلہ کیا جائے گا جو راقم سطور کے استفتاء کے جواب میں حضرات علماء کرام و اصحاب فتویٰ نے کیا ہے۔ اگر بالفرض ان میں سے کسی فرد کے عقیدے وہ نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے حق میں وہ فیصلہ نہیں ہوگا۔ لیکن اثنا عشری مذہب میں تقیہ چونکہ نہ صرف جائز بلکہ واجب اور آئمہ معصومین کی سنت و عبادت ہے، جیسا کہ خاص نمبر کے مقدمہ اور اس سے زیادہ تفصیل سے راقم سطور کی کتاب "ایرانی انقلاب" میں لکھا جا چکا ہے، اس لیے اگر کوئی اثنا عشری شیعہ ان عقائد سے انکار کرے جو موجب کفر ہیں تو اس انکار کے بارے میں شک و شبہ رہے گا۔ اور نکاح اور ذبیحہ جیسے معاملات میں احتیاط کے پہلو پر عمل کرتے ہوئے پرہیز کیا جائے گا۔ ہاں اگر ایسے کسی شخص کے بارے میں کسی ذریعہ سے یقین ہو جائے کہ یہ اثنا عشریہ کے موجب کفر عقائد سے بری ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے بارے میں وہ فیصلہ نہیں جائے گا۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر ہے اس کے ساتھ اپنے علم محیط کے مطابق معاملہ فرمائے گا"۔^(۱)

اور استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: "جو شیعہ کفریہ عقائد رکھتے ہوں، مثلاً قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہوں یا یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی لانے میں غلطی ہوئی، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن یہ بات کہ تمام شیعہ یہ یا اس قسم کے کافرانہ عقائد رکھتے ہیں، تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی۔ اور کئی شیعہ یہ کہتے ہیں کہ

^(۱) ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، دسمبر ۱۹۸۷ء، بحوالہ خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ

فیصلہ، خصوصی اشاعت ماہنامہ بینات کراچی، حصہ دوم ص ۳۳، مکتبہ بینات کراچی

الکافی یا اصول الکافی وغیرہ میں جتنی باتیں لکھی ہیں، ہم ان سب کو درست نہیں سمجھتے۔ دوسری طرف کسی کو کافر قرار دینا چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لیے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے۔ اگر بالفرض تقیہ بھی کرے تو وہ اپنے باطنی عقائد کی وجہ سے عند اللہ کافر ہوگا، لیکن فتویٰ اس کے ظاہر اقوال ہی پر دیا جائے گا۔^(۱)

جہاں تک دوسری بات ہے کہ جن اسلاف اور اکابر نے شیعوں پر علی الاطلاق کفر کا حکم اس لیے نہیں لگایا کہ ان کو شیعہ مذہب اور عقائد کی صحیح صورت حال کا علم نہیں ہو سکا تھا، تو یہ بات بھی چند وجوہ کے اعتبار سے محل نظر ہے۔

اولاً: یہ کہ کسی خاص عالم اور شخصیت کے بارے میں تو یہ بات درست ہو سکتی ہے کہ اس کو فلاں مسئلے کی تحقیق اور علم نہیں تھا، اس لیے کہ کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مجھے تمام مسائل کا علم اور تحقیق حاصل ہے، لیکن پورے سلسلے یا اکثر کے متعلق اس طرح کی لاعلمی کا نظریہ رکھنا نہ صرف محل نظر ہے بلکہ قابل اصلاح ہے۔ کیوں کہ آج کل اسباب کی کثرت کی وجہ سے کسی کو معلومات زیادہ حاصل تو ہو سکتے ہیں، لیکن پھر بھی عصر حاضر یا ماضی قریب کے بنسبت گہرائی، طلب و جستجو، علم اور تحقیق میں اسلاف کو زیادہ مرتبہ اور درجہ حاصل تھا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک پرانی جماعت کے عقائد اور نظریات کے بارے میں متاخرین کو علم حاصل ہو اور متقدمین اور اسلاف ان سے بے خبر اور لاعلم ہوں؟ لہذا گزارش کی جاتی ہے کہ اپنی تحقیق اور رائے کو ترجیح دینے کے لیے اسلاف کی اکثریت کی طرف لاعلمی کی نسبت نہ کی جائے۔

ثانیاً: یہ کہ شیعوں کے وہ کونسے عقائد ہیں جن کے بارے میں متاخرین کو تو علم

(۱) فتاویٰ عثمانی، مفتی محمد تقی عثمانی، ج ۱ ص ۹۷، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ط ۲۰۰۷ء

ہوا ہو اور متقدمین کو اس علم نہ تھا؟ شیعوں کے ایسے عقائد تو نہیں ملتے جن کے بارے میں یہ کہا جائے کہ متاخرین کو اس علم رہا اور متقدمین کو نہیں تھا، اس کے برخلاف ان کے ایسے عقائد ہیں جو متقدمین نے ان کو ذکر کیا ہے اور متاخرین ان کے بارے میں اقرار کرتے ہیں کہ اب یہ عقائد ناپید یا نامعلوم ہیں، مثلاً متقدمین نے شیعوں اور روافض کے عقائد میں الوہیت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدہ کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن اب عصر قریب کے علماء نے ان کے عقائد کے بیان میں ایسے عقائد کا ذکر نہیں کیا، چنانچہ محقق عالم حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں: "شیعوں کے بہت سے فرقے تھے، ان کی تعداد قریباً ستر (۷۷) تک ذکر کی گئی ہے۔ ان میں سے اب بھی بہت سے ہیں، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں افراط و غلو، اور حضرات خلفائے ثلاثہ سے بغض و عداوت اور لعن طعن ان سب فرقوں میں قدر مشترک ہے۔ ان میں بعض وہ بھی تھے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی انسانی شکل میں خدا ہیں، اور وہ بھی تھے جن کا عقیدہ تھا کہ دراصل اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کو نبی بنانا چاہا تھا اور جبریل کو وحی لے کر انہی کے پاس بھیجا تھا لیکن وہ غلطی سے محمد بن عبد اللہ کے پاس پہنچ گئے۔ ہمارے بعض فقہاء اور اصحاب فتاویٰ نے شیعوں کے ان عقیدوں کا بھی ذکر کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایسے عقائد رکھنے والے فرقے ہمارے علم میں اب دنیا میں کہیں بھی نہیں ہیں۔ اب شیعہ عام طور پر اثنا عشریہ ہی کو کہا جاتا ہے، جن کا دوسرا معروف نام امامیہ بھی ہے۔ ان کے عقائد و نظریات راقم سطور کی کتاب "ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔^(۱)

(۱) ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، دسمبر ۱۹۸۷ء، بحوالہ خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ

فیصلہ، خصوصی اشاعت ماہنامہ بینات کراچی، حصہ دوم ص ۳۴، مکتبہ بینات کراچی

ثالثاً: یہ کہ جن اکابر علماء نے شیعوں کی کتابوں کے مطالعے اور حوالوں کی بنیاد پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ دیا ہے، وہی کتابیں اور عبارات ان اکابر کے مطالعہ میں بھی رہی ہیں جنہوں نے مطلق کفر کا فتویٰ صادر نہیں کیا، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا فتویٰ نہ دینا شیعوں کے عقائد سے لاعلمی کی بنیاد پر نہیں تھا، بلکہ اپنی تحقیق اور اپنی رائے کی بنیاد پر تھا، ان کے سامنے شیعوں کی وہ کتابیں بھی تھیں جن میں ایسے کفریہ عقائد سے انکار تھا، اس لیے ان اکابر نے اپنی تحقیق کی بنیاد پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا۔ مثلاً شیعوں کی مشہور کتاب "فصل الخطاب" جو اثبات تحریف قرآن کے موضوع پر ہے، اور مطلق کفر کا فتویٰ دینے والے اکابر اسی کتاب کا حوالہ دے کر شب شیعوں کو تحریف کا مرتکب اور قائل قرار دے رہے ہیں، یہی کتاب حضرت نانوتویؒ کے مطالعہ میں بھی رہی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اپنی تحقیق کی بنیاد پر سب شیعوں کو تحریف کا مرتکب قرار نہیں دے رہے ہیں، چنانچہ حضرت نانوتویؒ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرکت پر اسی کتاب سے حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "بلکہ فصل الخطاب کی روایت سے تو یوں ثابت ہوتا ہے کہ دیگرگوں (معاملہ الٹا ہے) ہے، اس لیے کہ اسمیں یوں مذکور ہے کہ ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان اور حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) عشاء کی نماز کے وقت حاضر ہوئے، اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت مغرب عشاء کے بیچ منگل کے دن رمضان شریف کی تیسری تاریخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ سے چھ مہینہ بعد ہوئی، اور آپ کی عمر شریف اٹھائیس برس کی تھی، ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بموجب فرمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش امام ہوئے، چار

تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائی"۔^(۱)

بہر حال یہ اکابر بھی شیعوں کی کتابوں، تحریرات اور عقائد سے لاعلم نہیں تھے، بلکہ ان کی کتابوں اور عقائد سے اچھی طرح واقف ہو کر اپنی رائے قائم کی ہے، اس لیے ان پر اس طرح لاعلمی کا الزام قرین انصاف نہیں۔

ایک اور بات یہ کہی جا رہی ہے کہ اس وقت پاکستان کے شیعہ علی الاطلاق اس لیے کافر ہیں، کہ پاکستان میں شیعوں کے دوسرے فرقے نہیں، سب کے سب اثنا عشریہ ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے ہم نے علی الاطلاق عدم تکفیر کے جتنے حوالے پیش کئے تقریباً وہ سب امامیہ اور اثنا عشریہ کے متعلق ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اثنا عشریہ والے بھی علی الاطلاق کافر نہیں ہیں۔ ان میں بھی ایسے لوگ ہیں جو عقیدہ تحریف قرآن وغیرہ کفریہ عقائد سے انکار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ امامیہ کے نام سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ایک اور مقام پر اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سوان قولوں سے معلوم ہوا کہ جمہور امامیہ کے یہی مذہب رکھتے ہیں کہ یہی قرآن رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا اور اتنا ہی تھا، ہر گز اس میں سے کچھ ناقص نہیں ہوا، اور تھوڑے سے غیر معتبر لوگوں نے جو اس فرقے سے ایسا اعتقاد کیا ہے سو وہ اعتقاد مردود ہے، اور جن روایتوں سے انہوں نے تمسک پکڑا ہے وہ روایتیں ضعیف واجب الرد ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ جو روایت آحاد دلیل قطعی کے مخالف ہو وہ مؤول ہوتی ہے یا واجب الرد، اور یہ علماء امامیہ کے اصول مقررہ میں سے ہے"۔^(۲)

^(۱) ہدیۃ الشیعہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۹ھ مطابق ۱۸۸۵ء، ص ۴۹۱، نعمانی کتب خانہ لاہور، ط ۱

^(۲) ازالۃ الشکوک، مولانا رحمت اللہ کیرانوی متوفی ۱۸۹۱ء، ج ۳ ص ۲۴، ۲۵، عکس پبلشرز لاہور، ط ۲۰۱۸ء

فرقہ امامیہ کے ایک بڑے عالم قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں: کہ شیعہ امامیہ کی طرف قرآن میں تغیر واقع ہونے کا جو قول منسوب ہے وہ جمہور امامیہ کا قول نہیں، بلکہ وہ ایسے تھوڑے سے لوگوں کا قول ہے جن کا امامیہ فرقہ میں کچھ اعتبار نہیں۔ "ما نسب إلى الشيعة الإمامية بوقوع التغير في القرآن ليس مما قال به جمهور الإمامية، إنما قال به شذمة قليلة منهم، لا اعتداد بهم فيما بينهم"۔^(۱)

(سوال ۷۵۳) فرقہ اثنا عشریہ کافر ہیں یا مسلم، سنیہ عورت کا ان کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ (الجواب) روافض کے فرقہ مختلف ہیں، بعض غالی ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولوہیت کے قائل ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر افک کے قائل ہیں، وہ باتفاق کافر ہیں۔ اور بعض سب شیخین کرتے ہیں، بعض فقہاء نے ان کو بھی کافر کہا ہے ایسے روافض کے ساتھ مسلمہ سنیہ کا نکاح نہیں ہوتا۔ اور بعض محض تفضیلیہ ہیں وہ کافر نہیں، اگرچہ مبتدع ہیں، ان کے ساتھ نکاح سنیہ کا ہو جاتا ہے۔^(۲)

تو یہاں سوال اثنا عشریہ کے بارے میں ہے، حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ نے جواب یہ نہیں فرمایا کہ سب کے سب اثنا عشریہ کافر ہیں، بلکہ جو تفصیل عام روافض کے متعلق ہے، انہوں جواب میں وہی تفصیل فرمائی۔

مُسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے بقول وہ امامیہ روافض جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ظالم اور منافق کافر قرار دے رہے ہیں (نعوذ باللہ من

^(۱) مصائب النواصب بحوالہ ازالۃ الشکوک، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، ج ۳ ص ۲۳، عکس پبلیکیشنز

لاہور، ط ۲۰۱۸ء

^(۲) فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مفتی عزیز الرحمن متوفی ۱۹۲۸ء، ج ۷ ص ۳۳۲، دارالاشاعت کراچی، ط ۲۰۰۲ء

ذکر) وہ غالی شیعہ میں شمار نہیں، اور ان کے کفر میں اختلاف ہے، غالی شیعہ جو بالاتفاق کافر ہیں وہ شیعہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت وغیرہ جیسے کفریہ عقائد کے قائل ہیں، چنانچہ وہ شیعہ فرقوں کی تفصیل میں فرماتے ہیں: "ابتدا اور اصل کے اعتبار سے شیعوں کے چار فرقے ہیں: پہلا فرقہ اولیٰ یا مخلصین شیعہ: یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اور اس کے عقائد میں کوئی خرابی نہیں تھی، اور یہ فرقہ اہل سنت ہی کا فرقہ ہے۔ دوسرا تفضیلی فرقہ: یہ وہ فرقہ ہے جو تمام صحابہ کو تو مانتا ہے لیکن اس فرقہ والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل کہتے ہیں۔ تیسرا تبرائی فرقہ: اس فرقے والے کو شیعہ سببہ بھی کہتے ہیں، یہ لوگ عقیدہ (اکثر) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ظالم، غاصب بلکہ کافر و منافق کہتے ہیں، خصوصاً حضرات شیخین، خلیفہ ثالث اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان بد بختوں کے تیر ملامت کا نشانہ بنے۔ چوتھا فرقہ غالی شیعہ: یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا قائل تھا۔ اور درحقیقت یہ آخری دو فرقے شیعوں کے ہیں، پہلا فرقہ اہل سنت کا اور دوسرا فرقہ تفضیلیہ کا ہے اور ابتدا میں انہیں کو شیعہ کہا جاتا تھا، مگر جب غلاۃ، روافض، زیدیوں اور اسمعیلیوں نے اپنے لیے شیعہ لقب اختیار کیا اور ان کے اعمال و عقائد کی قباحتیں اور شر ظاہر ہونے لگے تو حق و باطل کے مل جانے کے خطرہ کے پیش نظر فرقہ سنیہ و تفضیلیہ نے اس لقب کو اپنے لیے ناپسند کر کے ترک کر دیا، اور اس کی جگہ اہل سنت و الجماعت کا لقب اختیار کیا۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ تاریخ کی قدیم کتابوں میں اساطین اہل سنت کے لیے جو یہ الفاظ "فلان من الشیعة" یا "من شیعہ" مذکور ہیں، تو یہ الفاظ اپنی جگہ

درست ہیں، کیونکہ پہلے ایسے حضرات "شیعانِ اولیٰ" کا یہ لقب تھا۔ واقدی کی تاریخ اور استیعاب میں اس قسم کے الفاظ بہت آتے ہیں، لہذا اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے، یہ حضرات مذکورین ہر گز ایسے شیعہ نہ تھے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی رفاقت اور مددگاری کے سبب شیعانِ علی کہلاتے تھے۔ مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلاة (غالی شیعہ)، کیسانیہ اور اسمعیلیہ فرقے ایسے ہیں کہ جن کو بلا اختلاف کافر کہا جاسکتا ہے یا مرتد ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ باقی رہے زیدیہ و روافض جو خود کو امامیہ کہتے ہیں ان کی تکفیر میں اختلاف ہے، اس میں حق بات یہ ہے کہ ان کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔" (۱)

ایک اور مقام پر وہ فرماتے ہیں: انہی روایات میں سے ایک روایت "صاحب الفصول" کی ہے جو ایک امامی اثنا عشری مصنف ہے: عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر عليه السلام إنه قال لجماعة خاضوا في أبي بكر وعمر وعثمان: ألا تخبروني أنتم من المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله، قالوا: لا، قال: فأنتم من الذين تبوءوا الدار والإيمان من قبلهم يحبون من هاجر إليهم، قالوا: لا، قال: فأنتم فقد برئتم أن تكونوا أحد هذين الفريقين، وأنا أشهد أنكم لستم من الذين قال الله تعالى: "والذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين

(۱) تحفہ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ)، مولانا شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ، ص ۲۶، ۲۷، ۳۹، ۴۰ مختصر، دار

أمنوا ربنا إنك رءوف رحيم". اس اثر سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں بدگوئی کرنے والے یہ کہ نہ صرف گمراہ ہی ہیں بلکہ دائرہ ملت سے بھی خارج ہیں۔^(۱)

جہاں تک یہ کہنا کہ ہمارے اکابر کے جتنے اقوال اور فتوے تھے، یہ خمینی انقلاب سے پہلے کے ہیں، اس کے بعد ان فتوؤں میں تبدیلی اور سختی آئی ہے، تو یہ بات بھی محل نظر ہے، اس لیے کہ ہم نے "باب سوم" میں مفتیان دارالعلوم دیوبند کے جن فتوؤں کا ذکر کیا ہے، ان میں صدر مفتی حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ متوفی ۱۹۹۶ء اور ان کے بعد صدر مفتی حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمیؒ متوفی ۲۰۰۰ء کے فتوے بھی شامل ہیں، ان دونوں کا انتقال خمینی انقلاب کے تقریباً پندرہ بیس سال بعد ہوا ہے۔ اور ان کے علاوہ استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب جنہوں نے بیشتر اکابر دارالعلوم کے موقف کی تائید اور ترجمانی فرمائی ہے، اب بھی حیات ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ ہم پر تادیر قائم فرمائیں، آمین۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور شیعہ

سنیوں اور شیعہوں کے عقائد میں ایک بنیادی فرق وہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے محبت اور عقیدت کا ہے، اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہونے کے ساتھ عدالت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں، اور ان پر تنقید اور جرح کسی طور پر جائز نہیں، جبکہ شیعہ چند صحابہ کرام کے علاوہ باقی صحابہ کرام پر لعن طعن اور تنقید کرتے ہیں، یہاں تک کہ کفر اور ارتداد کا الزام بھی لگاتے ہیں، شیعہوں کی

(۱) حوالہ بالا، ص ۷۲۲

بہت سے کتابیں اس طرح کے بکواسات اور خرافات سے بھری ہوئی ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلک) ان کے اس طرح کے اقوال اہل علم پر مخفی نہیں، اس لیے ان کی کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ جن حضرات نے شیعوں پر علی الاطلاق کفر کا فتویٰ لگایا ہے، اس کی دوسری اہم وجہ صحابہ کرام کی شان میں شیعوں کی لعن طعن، سب اور تکفیر ہے۔

اولاً: اس بارے میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام کی شان میں لعن طعن، سب اور جرح کرنا فسق اور گناہ کبیرہ ہے، لیکن اس کی وجہ سے کفر کے حکم لگانے میں اختلاف ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے عدم کفر والے قول کو ترجیح دی ہے، چنانچہ ان سے ایک عورت کے ایک سبیٰ شیعہ (صحابہ کرام کو برا کہنے والا) سے ہونے والے نکاح کے متعلق سوال ہوا ہے، جس کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں: الجواب۔ فی الدر المختار (و) تُعْتَبَرُ... (دیانۃ) أَيْ تَقْوَى فَلَيْسَ فَاسِقٌ كُفُّوا لِمَصَاحِبِهِ الْخ. وفيه وَلَوْ زَوَّجُوهَا بِرِضَاهَا وَلَمْ يَعْلَمُوا بِعَدَمِ الْكَفَاءَةِ ثُمَّ عَلِمُوا لَا خِيَارَ لِأَحَدٍ إِلَّا إِذَا شَرَطُوا الْكَفَاءَةَ أَوْ أَخْبَرَهُمْ بِهَا وَقَتَ الْعَقْدِ فَرَزَّوْجُوهَا عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ ظَهَرَ أَنَّهُ غَيْرُ كُفٍّ كَانَ لَهُمُ الْخِيَارُ وَلَوْ الْجِيَّةُ فَلْيُحْفَظْ.

روایت اولیٰ کی بنا پر یہ نکاح غیر کفو سے ہوا، ولم یثبت کون السب کفراً، اور ثانیہ کی بنا پر جب زوجہ اور اولیاء دونوں نکاح غیر کفو پر رضامند ہوں نکاح لازم ہو جاتا ہے، اور غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو جب بھی نکاح ہو جاتا ہے، البتہ اگر تصریحاً کفء شرط ٹھہری تھی، یا زوج نے زبان سے تصریحاً خبر دی تھی کہ میں سبی ہوں، اس صورت میں یہ نکاح باوجود انعقاد کے لازم نہیں ہوا، لکن لا بد للفسخ من وجود قاض

شرعی، اور باقی سب صورتوں میں حق فسخ نہیں ہے، اور چونکہ نکاح منعقد ہو گیا، لہذا اولاد سب ثابت النسب اور صحبت حلال ہے۔ واللہ اعلم۔ اسی طرح ایک متعصب تبرائی رافضی سے نکاح کے متعلق پوچھے گئے سوال کے جواب میں فرمایا: ... بنا بر روایات مذکورہ و دیگر قواعد مسلمہ جواب میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ رافضی عقائد کفر کے رکھتا ہے جیسے قرآن مجید میں کمی بیشی کا قائل ہونا، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگانا، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خدا ماننا، یا یہ اعتقاد رکھنا کہ جبرئیل علیہ السلام غلطی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے، تب تو کافر ہیں اور اس کا نکاح سنیہ سے صحیح نہیں۔ اور محض تبرائی کے کفر میں اختلاف ہے، علامہ شامی نے عدم کفر کو ترجیح دی ہے، جلد ۳ ص ۴۵۳، مگر اس کے بدعتی ہونے میں شک نہیں، تو اس صورت میں گو وہ کافر نہ ہو گا مگر بوجہ فسق اعتقادی کے سنیہ کا کفو نہ ہو گا۔^(۱)

بلکہ علامہ شامی نے تو تکفیر صحابہ کرام والوں کی روایت قبول کرنے کی بات کی ہے، اور فرمایا کہ اس طرح لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگانا ضعیف ہے۔

وَكَذَٰنَصَّ الْمُحَدِّثُونَ عَلَى قَبُولِ رِوَايَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ فَهَٰذَا فِيمَنْ يَسُبُّ عَامَّةَ الصَّحَابَةِ وَيُكْفِّرُهُمْ بِنَاءً عَلَى تَأْوِيلٍ لَهُ فَاسِدٍ. فَعَلِمَ أَنَّ مَا ذَكَرَهُ فِي الْخُلَاصَةِ مِنْ أَنَّهُ كَافِرٌ قَوْلٌ ضَعِيفٌ مُخَالَفٌ لِلْمُتُونِ وَالشُّرُوحِ بَلْ هُوَ مُخَالَفٌ لِإِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ كَمَا سَمِعْتُ.^(۲)

(۱) امداد الفتاویٰ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی متوفی ۱۹۴۳ء، ج ۲ ص ۲۲۵، ۲۲۷، مکتبہ دار

العلوم کراچی، ط ۱۴۱۳ھ

(۲) رد المحتار، ابن عابدین محمد امین بن عمر الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ، باب المرتد، ج ۴ ص ۲۳۷، دار الفکر

بیروت، ط ۱۴۱۲ھ

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انکار کے حکم کے متعلق مختلف اقوال نقل کرنے اور تطبیق اور ترجیح دینے کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: "کہ امامت صدیق اور خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے انکار کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک یہ بدعت ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ یہ کفر ہے"۔ پھر آگے فرماتے ہیں: "کہ جس کے کفر میں اختلاف ہو تو عدم تکفیر والا قول اگرچہ ضعیف ہو تو بھی فتویٰ اسی کے مطابق دیا جائے"۔ وفي الظهيرة ومن أنكر إمامة أبي بكر فهو كافر على قول بعضهم، وقال بعضهم: مبتدع وليس بكافر، والصحيح أنه كافر. وكذا من أنكر خلافة عمر، وهو أصح الأقوال على أنك قد علمت مما ذكرناه في الباب الأول أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن، أو كان في كفره اختلاف، ولو رواية ضعيفة.^(۱)

اور ایک اور مقام پر علامہ شامیؒ یہ وضاحت فرماتے ہیں: "کہ صحابہ کرام کو شتم کرنے والے اور کافر کہنے والوں کی روایت قبول کرنے پر محدثین کرام کی تصریحات موجود ہیں، لہذا ایسے اہل ہوا کو کافر قرار دینے کا قول ضعیف ہے، اس کے علاوہ یہ مسئلہ بھی ہے کہ جس کفر میں اختلاف ہو تو عدم تکفیر کا قول اگر ضعیف بھی ہو تو مفتی کے ذمہ لازم ہے کہ اسی قول کے مطابق عدم تکفیر کا فتویٰ دے"۔

وَكَذَا نَصُّ الْمُحَدِّثُونَ عَلَى قَبُولِ رِوَايَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ فَهَذَا فِيمَنْ يَسُبُّ

(۱) مجموعہ رسائل ابن عابدین، ابن عابدین محمد امین بن عمر الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ، تنبیہ الولاة والحکام،

عَامَّةَ الصَّحَابَةِ وَيُكْفِّرُهُمْ بِنَاءً عَلَى تَأْوِيلٍ لَهُ فَاسِدٍ. فَعَلِمَ أَنَّ مَا ذَكَرَهُ فِي الْخُلَاصَةِ مِنْ أَنَّهُ كَافِرٌ قَوْلٌ ضَعِيفٌ مُخَالَفٌ لِلْمُتُونِ وَالشُّرُوحِ بَلْ هُوَ مُخَالَفٌ لِإِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ كَمَا سَمِعْتُ. وَقَدْ أَلَّفَ الْعَلَّامَةُ مُنَلَّا عَلِيُّ الْقَارِي رِسَالَةً فِي الرَّدِّ عَلَى الْخُلَاصَةِ، وَبِهَذَا تَعَلَّمُ قَطْعًا أَنَّ مَا عُزِيَ إِلَى الْجَوْهَرَةِ مِنَ الْكُفْرِ مَعَ عَدَمِ قَبُولِ التَّوْبَةِ عَلَى فَرَضٍ وَجُودِهِ فِي الْجَوْهَرَةِ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ وَلَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ، وَقَدْ مَرَّ أَنَّهُ إِذَا كَانَ فِي الْمُسْأَلَةِ خِلَافٌ وَلَوْ رِوَايَةً ضَعِيفَةً، فَعَلَى الْمُفْتِي أَنْ يَمِيلَ إِلَى عَدَمِ التَّكْفِيرِ.^(۱)

اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت سے انکار کے حکم کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کرنا یا ان کی خلافت کا انکار اگرچہ کفریہ عقیدہ ہے تاہم باطل شبہ اور تاویل فاسد کی بنیاد پر انکار کیوں نہ ہو پھر بھی احتیاط اسی میں ہے کہ اس طرح منکر پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے عدم تکفیر کا قول منقول ہے، وہ اسی شبہ اور تاویل کی وجہ سے ہے۔ روافض کا حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت اور اس پر منعقد ہونے والا اجماع کا انکار صحابہ کرام کو متمم کرنے کے شبہ کی بنیاد پر ہے، اگرچہ ان کا یہ شبہ یا تاویل فاسد ہے، لیکن پھر بھی یہ شبہ ان کو کافر قرار دینے اور تکفیر سے بچنے کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ منکرین عذاب قبر اور منکرین رؤیۃ باری تعالیٰ نے اگرچہ شبہات فاسدہ کی بنیاد پر عذاب قبر اور رؤیۃ باری تعالیٰ سے انکار کیا ہے لیکن پھر بھی ان شبہات پائے جانے کے

(۱) ردالمحتار، ابن عابدین محمد امین بن عمر الدمشقی المتوفی ۱۲۵۲ھ، باب المرتد، ج ۴ ص ۲۳۷، دار الفکر

سبب علم کلام میں ان کو کافر قرار نہیں دیا جاتا۔ ہاں جو روافض الوہیت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت جبریل علیہ السلام سے وحی میں غلطی ہونے یا دیگر ایسے کفریہ عقائد کے قائل ہوں، ایسے غالی روافض کے کفر میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔

"- فالذي يظهر أنه لا فرق بين سب الشيخين أو غيرهما ممن علم كونه من الصحابة قطعاً، كما لو كان السب لجملة الصحابة رضي الله تعالى عنهم. ولكن ينبغي تقييده بما إذا لم يكن السب عن تأويل كسب الخوارج لعلي رضي الله تعالى عنه، بناء على ما هو المشهور من عدم تكفير أهل البدع، لبناء بدعتهم على شبهة وتأويل ... وعلى هذا يجب أن يحمل المنقول أي عن أبي حنيفة والشافعي من عدم تكفير أهل القبلة على ما عدا غلاة الروافض ومن ضاهاهم، فإن أمثالهم لم يحصل منهم بذل وسع في الاجتهاد، فإن من يقول إن علياً هو الإله أو بأن جبريل غلط ونحو ذلك من السخف، إنما هو متبع مجرد الهوى، وهو أسوأ حالاً ممن قال "ما نعبدهم إلا ليقربونا إلى الله زلفى". فلا يتأتى من مثل الإمامين العظیمین (أي أبي حنيفة والشافعي) أن لا يحكم بأنهم من اكفر الكفرة، وإنما كلامهما في مثل من له شبهة فيما ذهب إليه، وإن كان ما ذهب إليه عند التحقيق في حد ذاته كفراً، كمنكر الرؤية وعذاب القبر ونحو ذلك. فإن فيه إنكار حكم النصوص المشهورة والإجماع، إلا أن لهم شبهة قياس الغائب على الشاهد، ونحو ذلك مما علم في الكلام. وكمنكر خلافة الشيخين والساب لهما، فإن فيه إنكار حكم الإجماع

القطعي، إلا إنهم ينكرون حجة الإجماع باتهامهم الصحابة، فكان لهم شبهة في الجملة، وإن كانت ظاهرة البطلان بالنظر إلى الدليل، فبسبب تلك الشبهة التي أدى إليها اجتهادهم لم يحكم بكفرهم مع أن معتقدتهم كفر احتياطاً، بخلاف مثل ما ذكرنا من الغلاة، فتأمل.^(۱)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ علی الاطلاق شیعہ کی تکفیر کے قائل نہیں، اور یہی موقف مفتیان دارالعلوم دیوبند کا رہا۔

اور مُسند الہند حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ کا قول گزر چکا ہے کہ وہ امامیہ روافض جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ظالم اور منافق کافر قرار دے رہے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) وہ غالی شیعہ میں شمار نہیں، اور ان کے کفر میں اختلاف ہے، غالی شیعہ جو بالاتفاق کافر ہیں وہ شیعہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت وغیرہ جیسے کفریہ عقائد کے قائل ہیں، چنانچہ وہ شیعہ فرقوں کی تفصیل میں فرماتے ہیں: "ابتدا اور اصل کے اعتبار سے شیعوں کے چار فرقے ہیں: پہلا فرقہ اولیٰ یا مخلصین شیعہ: یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اور اس کے عقائد میں کوئی خرابی نہیں تھی، اور یہ فرقہ اہل سنت ہی کا فرقہ ہے۔ دوسرا تفضیلی فرقہ: یہ وہ فرقہ ہے جو تمام صحابہ کو تو مانتا ہے لیکن اس فرقہ والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل کہتے ہیں۔ تیسرا تبرائی فرقہ: اس فرقہ والے کو شیعہ سببہ بھی کہتے ہیں، یہ لوگ عقیدہ (اکثر) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ

(۱) مجموعہ رسائل ابن عابدین، ابن عابدین محمد امین بن عمر الدمشقی المتوفی ۲۵۲ھ، تنبیہ الولاة والحکام،

علیہم اجمعین ظالم، غاصب بلکہ کافر و منافق کہتے ہیں، خصوصاً حضرات شیخین، خلیفہ ثالث اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان بد بختوں کے تیر ملامت کا نشانہ بنے۔ چوتھا فرقہ غالی شیعہ: یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا قائل تھا ... مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلاة (غالی شیعہ)، کیسانہ اور اسمعیلیہ فرقے ایسے ہیں کہ جن کو بلا اختلاف کافر کہا جاسکتا ہے یا مرتد ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ باقی رہے زیدیہ و روافض جو خود کو امامیہ کہتے ہیں ان کی تکفیر میں اختلاف ہے، اس میں حق بات یہ ہے کہ ان کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے"۔^(۱)

ایک اور مقام پر وہ فرماتے ہیں: انہی روایات میں سے ایک روایت "صاحب الفصول" کی ہے جو ایک امامی اثنا عشری مصنف ہے: «عن أبي جعفر محمد بن علي الباقر عليه السلام إنه قال لجماعة خاضوا في أبي بكر وعمر وعثمان: ألا تخبروني أنتم من المهاجرين الذين أخرجوا من ديارهم وأموالهم يبتغون فضلاً من الله ورضواناً وينصرون الله ورسوله، قالوا: لا، قال: فأنتم من الذين تبوءوا الدار والإيمان من قبلهم يحبون من هاجر إليهم، قالوا: لا، قال: فأنتم فقد برئتم أن تكونوا أحد هذين الفريقين، وأنا أشهد أنكم لستم من الذين قال الله تعالى: "والذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا إنك رؤوف رحيم».

^(۱) تحفہ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ)، مولانا شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ، ص ۲۶، ۲۷، ۳۹، ۴۰ مختصراً، دار

اس اثر سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں بدگوئی کرنے والے یہ کہ نہ صرف گمراہ ہی ہیں بلکہ دائرہ ملت سے بھی خارج ہیں۔^(۱)

ثانیاً: یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر سب صحابہ کو کفر قرار دینے والوں کا قول لیا جائے تو بھی یہ بات محل نظر ہے کہ تمام شیعہ سب کے سب اس طرح کے عقیدے کے قائل ہیں، اس لیے کہ شیعوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کی فضیلت اور مرتبہ کے قائل ہیں، چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ نے "حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قدر و منزلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک" کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت امامیہ کی کتابوں نہج البلاغہ، شرح نہج البلاغہ، اور الشافی سے چار ایسے حوالے نقل کئے ہیں جو حضرات خلفائے ثلاثہ کی عظمت اور خلافت کے برحق ہونے پر دلالت کرتے ہیں، مثلاً شرح نہج البلاغہ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو اس طرح نقل فرمایا: «وكان أفضلهم في الاسلام كما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخليفة الصديق وخليفة الخليفة الفاروق، ولعمري إن مكانهما في الاسلام لعظيم، وإن المصاب بهما لجرح في الإسلام شديد». ان صریح حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی خلیفہ برحق تسلیم کرتے تھے۔^(۲)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحبؒ جو شیعوں کے بارے میں سخت

(۱) حوالہ بالا، ص ۷۲۲

(۲) ارشاد الشیعہ، مولانا سرفراز خان صفدر متوفی ۲۰۰۹ء، ص ۶۰-۶۷، مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ، ط ۲۰۰۱ء

موقف رکھنے والے تھے، اور اس بارے میں انہوں نے ایک رسالہ "حقیقت شیعہ" بھی تصنیف فرمایا ہے، نے بھی "کتب شیعہ میں شیخین و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف" عنوان کے تحت سات حوالوں سے مطلوبہ حقیقت ثابت فرمائی ہے، جس یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ شیعہ حضرات شیخین کی امامت اور فضیلت کے قائل ہیں، اور یہ کہ ان کے نزدیک جو شخص بھی عشرہ مبشرہ کے ساتھ بغض رکھے وہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی لعنت کے مستحق ہے۔ مثلاً شیعہ عالم ابو عمرو کاشی کی کتاب "رجال کاشی" کے حوالہ سے یہ انہوں نے یہ عبارت نقل فرمائی ہے «عن فضیل الرسان قال سمعت أبا داود وهو يقول حدثني بريدة الأسلمي قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الجنة تشتاق إلى ثلاثة، قال فجاء أبو بكر، فقيل له يا أبا بكر أنت الصديق، وأنت ثاني اثنين إذ هما في الغار فلو سألت من هؤلاء الثلاثة»^(۱)۔

اس عبارت میں نہ صرف ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور مرتبہ کا اقرار ہے، بلکہ ان کی صحبت اور صحابیت کا بھی اقرار ہے۔

محقق مدقق عالم حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے ایک دقیق اور مفید کتاب "رحماء بینہم" تصنیف فرمائی ہے، یہ کتاب پہلی تین جلدوں میں چھپی تھی، اب دارالکتاب لاہور سے ہزار صفحات پر مشتمل ایک موٹی جلد میں شائع ہوئی ہے، اس میں حضرت نے متعدد مقامات میں کتب شیعہ سے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت علی رضی

(۱) احسن الفتاویٰ، مفتی رشید احمد لدھیانوی متوفی ۲۰۰۲ء، حقیقت شیعہ، ج ۱ ص ۸۹—۹۲، مکتبہ

اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے ہاں حضرات خلفائے ثلاثہ کا بڑا مقام اور رتبہ تھا، اور اپنے اپنے دور میں خلافت کے مستحق اور حق دار تھے۔ ایک مقام میں حضرت علی اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک قول کو شرح نہج البلاغہ کے حوالہ سے اس طرح نقل فرمایا: «وإنا نرى أبا بكر أحق الناس بها، إنه لصاحب الغار وثاني اثنين، وإنا لنعرف له سنة، ولقد أمره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصلوة وهو حي»۔^(۱)

مناظر اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحبؒ نے "خلفائے ثلاثہ کے حق میں اہل بیت کی شہادتیں" عنوان کے تحت نہج البلاغہ اور الفصول وغیرہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام جعفر صادق، امام باقر اور امام حسن عسکری کے اقوال نقل کئے ہیں جو صحابہ کرام اور خصوصاً حضرات خلفاء راشدہ کی عظمت اور ان سے محبت لازم ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً کشف الغمۃ کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے «نعم الصديق، نعم الصديق، نعم الصديق، فمن لم يقل له الصديق فلا صدق الله قوله في الدنيا والآخرة» اور آخر میں حضرت کیرانوی صاحبؒ فرماتے ہیں: دیکھئے اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ تمام آل اور اصحاب سے محبت رکھنا ضروری ہے، اور بغض و دشمنی ایک سے بھی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔^(۲)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس بارے میں ایک شیعہ عالم کا قول یوں نقل کر کے اس پر تبصرہ فرماتے ہیں: "اس جگہ مرزا کاظم علی صاحب لکھنوی کا

(۱) رجاء بینم، مولانا محمد نافع متوفی ۲۰۱۴ء، ص ۲۸۶، دار الکتاب لاہور، ط ۲۰۱۹ء

(۲) اعجاز عیسوی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی متوفی ۱۸۹۱ء، ص ۵۸۲—۵۸۸، ادارہ اسلامیات لاہور، ط ن

مقولہ جو بڑے متبرک علماء شیعہ میں سے تھے اور قدوة الزمان مولوی دلدار علی صاحب مجتہد بھی ان کے معتقد تھے، یاد آتا ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اور کسی کو تو جس کسی کا جو کچھ جی چاہے سو کہے، پر خلیفہ اول کو برا کہنے والا ہمارے نزدیک بھی کافر ہے۔ اہل محفل میں سے کسی نے عرض کی کہ قبلہ آپ کیا فرماتے ہیں، مذہب تو اس کے خلاف ہے، انہوں نے جواب دیا کہ میں کیا کہتا ہوں خدا کہتا ہے، صحابی اور صاحب کے معنی میں کچھ فرق نہیں۔ سو خدا بھی خلیفہ اول کے صحابی ہونے کا گواہ ہے، کیونکہ صاحب کے لفظ سے جو آیت میں موجود ہے شیعوں سنیوں کا اتفاق کے اتفاق سے ابو بکر صدیق مراد ہے۔ سبحان اللہ اہل انصاف ایسے ہوتے ہیں جیسے مرزا کاظم علی صاحب تھے، اور وہ کچھ ایسے ویسے نہ تھے، علم و زہد میں شیعوں کے نزدیک وہ بھی شہرہ آفاق تھے، کونسا عالم شیعہ مذہب ہے جو ان کو نہیں جانتا اور ان کو نہیں مانتا۔^(۱)

ایک اور مقام پر نہج البلاغہ کے حوالہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح اور تعریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول نقل کر کے یوں ترجمہ فرمایا: "ابو بکر میں خداداد خوبیاں ہیں، پس قسم ہے کہ انہوں نے سیدھا کر دیا کجی کو اور اصلاح کر دیا سنتوں کو، اور قائم کر دیا سنتوں کو، پس پشت ڈالا انہوں نے بدعت کو، دنیا سے پاک دامن بے عیب گئے، خوبی خلافت کی ان کو نصیب ہوئی۔"^(۲)

اور فقیہ النفس حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ نے اپنی کتاب "ہدایۃ الشیعہ" میں کئی مقامات میں کتب شیعہ سے حضرات خلفائے راشدین کی مدح اور مقام کے

^(۱) ہدایۃ الشیعہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۵ء، ص ۴۰، نعمانی کتب خانہ لاہور، طن

^(۲) حوالہ بالا، ص ۱۵۲

حوالے نقل فرمائے ہیں، مثلاً ایک مقام میں فضائل شیخین کے متعلق شرح نہج البلاغہ کی عبارت اور حوالہ یوں نقل فرمایا:

«ولعمري إن مكانهما في الاسلام لعظيم، وإن المصاب بهما لجرح في الإسلام شديد»^(۱).

اور ایک دوسرے مقام پر "کتاب خصال" کے حوالہ سے یہ عبارت نقل فرمائی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اصحاب رسول کی تعداد بارہ ہزار تھی، آٹھ ہزار مدینہ کے، دو ہزار غیر مدینہ کے اور دو ہزار جو اسیر اور قیدی چھوڑ دے گئے تھے۔ کان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اثنا عشر ألفاً، ثمانية آلاف من المدينة، وألفين من غير المدينة، وألفين من الطلقاء^(۲).

ان سب حوالوں کا مقصد یہ ہے کہ شیعوں میں کچھ ایسے لوگ ضرور رہے ہیں جو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کی فضیلت اور مقام کے قائل ہیں، اور ان کے اس طرح کے اقوال پر اکابر نے اعتماد کر کے ان کو منصف اور معتدل قرار دیا ہے۔ اب بھی ایسے شیعوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ ہم صحابہ کرام کی گستاخی اور توہین کے قائل نہیں ہیں، مثلاً دو تین سال پہلے جب ایک رافضی گستاخ نے اسلام آباد میں خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کی، جس کی وجہ سے پورے ملک میں ایک ہنگامہ برپا ہوا، تو انہیں دنوں میں کچھ شیعہ حضرات نے پریس کانفرنس کر کے بتایا کہ ہمارا اس سے شخص سے کوئی تعلق نہیں،

^(۱) ہدایۃ الشیعہ، مفتی رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، ص ۶۰، دارالاشاعت کراچی، طن

^(۲) حوالہ بالا، ص ۲۶

اس نے حکومت کے اشاروں اور تعاون سے ایسا کیا، ہمارا مذہب اس طرح کی گستاخی کی اجازت نہیں دیتا۔

اب اگر کوئی شیعہ اقرار کرے کہ میں نہ تحریف قرآن کا قائل ہوں، اور نہ صحابہ کرام پر لعن طعن کا، تو پھر نسبت تقیہ کی آڑ میں اس کے قول کو رد کر کے اس پر کفر کا فتویٰ لگانا مناسب نہیں، اس لیے کہ یہ کافر بتانے کے نہیں، بلکہ کافر بنانے کے مترادف ہے۔ ہاں! جس کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم ہو کہ وہ کفر یہ عقائد رکھتا ہے تو پھر اس کو کافر کہنا کافر بنانا نہیں بلکہ کافر بتانا ہے۔

۳۔ شیعہ اور عقیدہ امامت

شیعہ کی تکفیر کی تیسری وجہ ان کا عقیدہ امامت ہے، ان کے نزدیک بارہ امام منصوص اور معصوم ہیں، ان کو تحلیل اور تحریم کا اختیار ہے، ان کی اطاعت فرض ہے، اور امامت کا درجہ نبوت سے بالاتر ہے، ان کو علم ماکان اور مایکون حاصل ہے، وغیرہ وغیرہ۔ تو ان کا مذہب انکار ختم نبوت کو مستلزم ہے۔

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ائمہ کے متعلق اس طرح کے عقائد ان کی کتابوں مذکور ہیں، لیکن کیا تمام شیعہ اس طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس کی وجہ سے علی الاطلاق ان پر کفر کا فتویٰ لگایا جائے؟ تو اس بارے میں ہم چند معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں: اولاً: جہاں تک یہ بات ہے کہ ان کے اس طرح کے عقائد سے انکار ختم نبوت لازم آتا ہے، تو یہ بات درست ہے کہ یہ لازم آتا ہے، لیکن کیا لازم آنے سے وہ کافر قرار دیئے جائیں گے؟ اس بارے میں دارالعلوم دیوبند کے مایاناز شیخ الحدیث حضرت مولانا سعید احمد پالن پوری صاحبؒ فرماتے ہیں: بعض حضرات شیعوں کو گمراہ کہتے ہیں، کافر

نہیں کہتے۔ کیوں کہ وہ ضروریات دین کا اگرچہ انکار کرتے ہیں مگر اس انکار کا اقرار نہیں کرتے، اور التزام کفر کفر ہے، لزوم کفر کفر نہیں۔^(۱)

ان سے پہلے عالم کبیر حضرت مولانا عبدالعزیز فرہاروی صاحبؒ نے بھی معتزلہ کے مذہب کے مطابق بندوں کا افعال اختیار یہ کے خالق ماننے پر متعدد خالق عقیدہ ہونے کی وجہ سے شرک لازم ہونے کے مسئلہ لزوم اور التزام کفر کے متعلق یہ صراحت فرمائی ہے: «والمعتزلة لا يثبتون ذلك، وأما أنه يلزمهم الإشراك في استحقاق العبادة فهم لا يلتزمون، واللزوم غير الالتزام، وقد تُقرر أن من لزمه الكفر وهو يتبرأ منه، فليس بكافر»۔^(۲)

اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ اس بارے میں تفصیل فرماتے ہیں: "کہ التزام کفر اور لزوم کفر میں فرق ہے، یعنی اگر مولوی نص پر اعتقاد رکھتے ہوئے بلا تاویل اس کا انکار کر دے اور یوں کہے کہ اگرچہ نص وارد ہے لیکن میں اس کو قبول نہیں کرتا تو یہ التزام کفر ہے اور اگر مدلول نص میں کوئی تاویل کرے، اگرچہ تاویل بعید از عقل ہو اس صورت میں نص کے مدلول ظاہری کا انکار کرے تو یہ لزوم کفر ہے، التزام کفر کفر ہے، لزوم کفر کفر نہیں، اور روافض التزام کفر نہیں کرتے۔"^(۳)

ثانیاً: یہ کہ عقیدہ بہت سے شیعوں کا تو ہے، لیکن تمام اور سب کے سب شیعوں

^(۱) تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی، مولانا سعید احمد پالن پوری، ج ۳ ص ۲۰۲، زمزم پبلشرز کراچی، ط ۲۰۱۱ء

^(۲) النبراس، ص ۲۸۱، مکتبۃ البشری کراچی، ط ۲۰۱۵ء

^(۳) مجموعہ فتاویٰ عبدالحی لکھنوی اردو، مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ، ص ۷۷، قدیمی کتب

کی طرف اس عقیدے کی طرف نسبت کرنا محل نظر ہے، اس لیے کہ یہ سب کے نہیں، بلکہ جو غالی روافض ہیں ان کا یہ مذہب ہے، چنانچہ سب سے پہلے امام اہل سنت والجماعت ابوالحسن اشعریؒ نے اس بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ روافض کے تین فرقے ہیں:

- ۱- ایک فریقے کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ فرشتوں سے افضل ہیں، انبیاء سے نہیں۔
- ۲- دوسرے فریقے کے نزدیک ائمہ انبیاء اور فرشتوں دونوں سے افضل ہیں۔
- ۳- تیسرا فریقہ اس کے قائل ہے کہ ائمہ دونوں سے افضل نہیں۔

واختلفت الروافض في الأئمة هل يجوز أن يكونوا أفضل من الأنبياء أم لا يجوز ذلك. وهم ثلاث فرق:

۱ - فالفرقة الأولى منهم يزعمون أن الأئمة لا يكونون أفضل من الأنبياء بل الأنبياء أفضل منهم غير أن بعض هؤلاء جوزوا أن يكون الأئمة أفضل من الملائكة.

۲ - والفرقة الثانية منهم يزعمون أن الأئمة أفضل من الأنبياء والملائكة وأنه لا يكون أحد أفضل من الأئمة وهذا قول طوائف منهم.

۳ - والفرقة الثالثة منهم وهم القائلون بالاعتزال والإمامة يزعمون أن الملائكة والأنبياء أفضل من الأئمة ولا يجوز أن يكون الأئمة أفضل من الأنبياء والملائكة.^(۱)

(۱) مقالات الاسلاميين واختلاف المصلين، ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری المتوفی ۳۲۴ھ، ج ۱ ص

اور علامہ ابن تیمیہؒ اس بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روافض کے نزدیک ائمہ صحابہ کرام سے افضل ہیں، البتہ جو غالی روافض ہیں وہ اس کے قائل ہیں کہ ائمہ انبیاء سے بھی افضل ہیں۔ تو اس سے بخوبی یہ معلوم ہوا کہ شروع اور ابتدا ہی سے شیعوں کے مختلف گروہ اور فرقے ہیں۔

وَالرَّافِضَةُ تَجْعَلُ الْأَئِمَّةَ الْإِثْنِي عَشَرَ أَفْضَلَ مِنَ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَغَالِيَتُهُمْ يَقُولُونَ: إِنَّهُمْ أَفْضَلُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ لِأَنَّهُمْ يَعْتَقِدُونَ فِيهِمْ الْإِلَهِيَّةَ كَمَا اعْتَقَدَتْهُ النَّصَارَى فِي الْمَسِيحِ. ^(۱)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ نے شیعوں کے اس عقیدہ کا خوب رد فرمایا، لیکن ساتھ شیعوں کی کتابوں سے چند ایسی روایات ذکر فرمائیں جو ائمہ کی نسبت انبیاء کرام کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں، اور جو اس کے خلاف کہے وہ گمراہ ہے، اور انبیاء کرام کے بعد مردوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، چنانچہ وہ نقل فرماتے ہیں: "روى الكليني عن هشام الأحول عن زيد بن علي أن الأنبياء أفضل من الأئمة، وأن من قال غير ذلك فهو ضالٌّ".

اور ابن بابویہ کی کتاب الامالی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "عن الصادق عن آبائه عليهم السلام إن الله تعالى قال لسكان الجنة من الملائكة وأرواح الرسل ومن فيها: ألا إني زوجت أحب النساء إليّ من

^(۱) منهاج السنة، ابن تیمیہ احمد بن عبد الحلیم المتوفی ۷۲۸ھ، ج ۱ ص ۴۸۱، ۴۸۲، جامعۃ الامام محمد بن

أحب الرجال إليّ بعد الأنبياء".^(۱)

اور مُسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے امامیہ کے عقیدہ فضیلت حضرت علی بر انبیاء کے بیان کرنے کے بعد یہ بھی ذکر فرمایا کہ بعض امامیہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب فضیلت امام بر انبیاء کرام کے قائل نہیں ہیں، بلکہ بعض اس کے منکر ہیں، چنانچہ وہ نقل فرماتے ہیں: روی الكليني عن هشام الأحول عن زيد بن علي أن الأنبياء أفضل من الأئمة، وأن من قال غير ذلك فهو ضالٌّ... وروی ابن بابويه عن الصادق عليه السلام ما ينص على أن الأنبياء أحب إلي الله من علي.^(۲)

ان حوالوں کا مقصد یہ نہیں کہ تحریفِ قرآن، صحابہ کرام کا انکار اور امامت کو نبوت پر فوقیت دینے کا عقیدہ کسی شیعہ کا نہیں، اس لیے کہ بہت سے شیعہ یہ عقائد رکھتے ہیں، اور ان کے قائل ہیں، بلکہ ان حوالوں کا مقصد یہی ہے کہ شیعوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ان عقائد کے منکر اور خلاف ہیں۔ لہذا انصاف کی بات یہ ہے کہ دونوں طرف دیکھ کر پھر ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے، صرف ایک طرف کے عقائد اور عبارتوں کو نقل کر کے سب پر ایک جیسا حکم لگانا قرین انصاف اور اعتدال نہیں۔ جن حضرات نے شیعوں پر علی الاطلاق کفر کا حکم لگایا ہے ان کے فتاویٰ اور کتابوں میں ایک طرف عبارتوں کو نقل کیا گیا ہے، دوسری طرف والی عبارات کو تقریباً بالکل نظر انداز

^(۱) ہدیۃ الشیعہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۵ء، ص ۲۳۱، ۲۳۲، نعمانی کتب خانہ

لاہور، طن

^(۲) تحفہ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ)، مولانا شاہ عبدالعزیز متوفی ۱۲۳۹ھ، ص ۳۱۲، دارالاشاعت، طن

کیا گیا ہے، یا تقیہ پر محمول کر دیا گیا ہے۔ حالاں کہ شریعت میں تمام مسائل میں سب سے سخت اور شدید مسئلہ کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کا ہے۔ اس موقع پر اگرچہ اکابر میں سے کسی پر بھی تنقید یا رد کا حق راقم سطور کو حاصل نہیں، البتہ طالب علم کی حیثیت سے اشکال کا حق ہو سکتا ہے، وہ یہ کہ مثلاً شیعوں کی تکفیر اور تحقیق کے مسئلے میں امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحبؒ کے بعد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کی تحقیق کو بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے، لیکن عقیدہ تحریف میں وہ ایک شیعہ عالم کی کتاب "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" کا حوالہ تو بکثرت دیتے ہیں، لیکن اسی کتاب کے جواب میں شیعوں نے جو کتاب لکھی ہے، اس کی طرف رجوع تو درکنار اس کے نام تک یاد رکھنے کا اہتمام اور گوارہ نہیں فرماتے، یہ کیوں؟ چنانچہ ایک مقام پر وہ اس مسئلے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "کہ فصل الخطاب کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جب یہ کتاب تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں شائع ہوئی تو ایران و عراق کے شیعہ علماء کی طرف سے جنہوں نے عقیدہ تحریف قرآن سے انکار کی پالیسی اپنائی تھی، اس کے خلاف بڑا ہنگامہ برپا کیا گیا، اور معلوم ہوا کہ اس کا جواب بھی لکھا گیا۔ علامہ طبرسی نے اس کے جواب میں بھی مستقل کتاب لکھی، اس کا نام ہے "رد الشبہات عن فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب" - (۱)

اور تقریباً یہ حال سب کا ہے، کہ "فصل الخطاب" کے حوالے تو بکثرت دے دیتے ہیں، لیکن اس کے جواب میں شیعوں کی طرف سے لکھی جانے والی کتاب

(۱) ایرانی انقلاب، مولانا محمد منظور نعمانی متوفی ۱۹۹۷ء، ص ۲۷۶، حاجی عارفین اکیڈمی، ط ۱۹۸۷ء

"کشف الارتياب فی عدم تحریف الکتاب" کا کوئی بھی حوالہ نہیں دیتا۔

اس بارے میں راقم سطور کو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا طریقہ کار بڑا پسند آیا، وہ یہ کہ ایسے مسائل میں شیعوں کی دونوں طرف کی کتابوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے متعلق ایک معتدل رائے قائم فرماتے ہیں، اور اپنے دلائل کے ساتھ ساتھ شیعوں کی دونوں قسم کتابوں کے حوالے دیتے ہیں، اور شیعوں میں سے جو ان عقائد کفریہ کے حامل ہوں، ان پر نقلی، عقلی اور الزامی دلائل کے ساتھ خوب رد فرماتے ہیں، اور جو ان عقائد کا منکر ہو اس کو منصف قرار دے کر اس کو قول کو تقیہ پر محمول کرنے کی بجائے اس کو معتمد اور انصاف پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ مسائل مذکورہ میں ان کی کتاب "ہدیۃ الشیعہ" کے حوالجات سے معلوم ہوتا ہے۔

نوٹ: شیعہ عقائد کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتاب کا نام "ہدیۃ الشیعہ" اور حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کی کتاب کا نام "ہدایۃ الشیعہ" اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی کتاب کا نام "ہدایات الشیعہ" ہے۔

۴۔ شیعہ اور قادیانیوں میں فرق

بعض حضرات کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ شیعہ اور قادیانیوں میں کیا فرق ہے؟ اس کے جواب میں عرض ہے اولاً: کہ اگرچہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ نے دونوں کو برابر کے زندیق قرار دے کر دونوں کے ساتھ تجارت وغیرہ معاملات کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔^(۱)

لیکن عام مفتیان کرام نے قادیانیوں کے ساتھ تو معاملات کے عدم جواز کا فتویٰ

(۱) احسن الفتاویٰ، مفتی رشید احمد لدھیانوی متوفی ۲۰۰۲ء، ج ۶ ص ۵۳۴، ایچ ایم سعید کمپنی، ط ۱۴۲۰ھ

دیا ہے، البتہ شیعہوں کے ساتھ معاملات کے متعلق اس طرح کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔
 ثانیاً: کہ مختلف مواقع میں ہمارے اکابر کا شیعہوں کے ساتھ اتحاد کی مثالیں موجود
 ہیں، جس کی تفصیل "باب دوم" میں گزر چکی ہے، لیکن قادیانیوں کے ساتھ اتحاد کی
 ایک مثال بھی نہیں ملتی۔

ثالثاً: قادیانیوں پر کفر کے فتویٰ دینے میں ہمارے اکابر نے کوئی تقسیم نہیں کی،
 سب پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، لیکن شیعہوں کے بارے فتویٰ دینے میں ابتدا ہی سے عام علماء
 نے تقسیم اور تفریق کی ہے، کہ شیعہوں کے مختلف فرقے ہیں، بعض کافر ہیں، بعض
 نہیں۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے مفتی نظام الدین اعظمی صاحب قادیانیوں اور شیعہوں
 کے اختلاف کے متعلق سوال کے جواب میں قادیانیوں کو تو بالکل مرتد قرار دیا اور
 شیعہوں کے بارے میں تفصیل فرمائی ہے۔

سوال: قادیانی یا رافضی کے اختلاف کو باعثِ رحمت کہنا یا سننا کیسا ہے؟
 جواب: قادیانی تو بالکل مرتد ہیں، رافضی بھی اہل باطل میں سے ہیں، ان میں
 سے بعض کے عقیدے کفری ہیں۔ ان کے اختلاف کو رحمت نہیں کہتے۔ اہل سنت
 والجماعت کے اختلاف کو رحمت کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔^(۱)

جامعہ بنوری ٹاؤن کے مفتیان حضرات نے بھی قادیانیوں کے ساتھ کاروبار اور
 تجارت سے منع اور عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے، لیکن شیعہوں کے ساتھ کاروباری لین دین
 کے سوال کے جواب میں وہ فرماتے ہیں: "شیعہ کے ساتھ کاروباری لین دین اور
 شراکت داری کا معاملہ کرنا جائز ہے، البتہ کاروباری معاملات کرنے میں دین دار

(۱) نظام الفتاویٰ، مفتی نظام الدین اعظمی متوفی ۲۰۰۰ء، ج ۱ ص ۱۸۱، مکتبہ جبریل، غیر موافق للمطبوع

مسلمان کو ترجیح دینا بہتر ہے"۔^(۱)

اسی طرح شیعوں سے اتحاد کے مسئلے میں تو وہ اکابر حضرات جنہوں نے علی الاطلاق شیعوں پر کفر کے فتویٰ دیا ہے، بھی شیعوں سے اتحاد پر نکیر نہیں کرتے، بلکہ خود بھی ایسے اتحاد کا حصہ رہے ہیں، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ کی رائے اور تحریر "باب دوم" میں گزر چکی ہے، اسی طرح حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ کے بارے میں مفکر اسلام حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ ایک مضمون "قومی و ملی تحریکات میں اہل تشیع کی شمولیت" کے تحت فرماتے ہیں: "والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور عم محترم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ اور دیگر بزرگ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک ہوئے ہیں، جلوسوں کی قیادت کی، مشترکہ اجتماعات میں شرکت کرتے رہے ہیں، اور دونوں گرفتار بھی ہوئے ہیں۔ حضرت والد صاحبؒ کم و بیش دس ماہ، حضرت صوفی صاحبؒ نے تقریباً چھ ماہ اس تحریک میں جیل کاٹی ہے۔ ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں دونوں حضرات سرگرمی کے ساتھ شریک ہوتے رہے، مشترکہ اجتماعات میں خطاب کرتے رہے ہیں اور جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں منعقد ہونے والا وہ تاریخی جلسہ تحریکی تاریخ کا حصہ ہے، جس میں دوسرے مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام کے علاوہ شیعہ راہ نماؤں نے بھی خطاب کیا تھا... اپنی زندگی کے آخری دس سال وہ بستر علالت پر رہے، لیکن اس دوران متحدہ مجلس عمل تشکیل پائی تو انہوں نے دونوں الیکشنوں میں متحدہ مجلس کے امیدواروں کی حمایت کی اور لوگوں کو ان کا ساتھ دینے کی تلقین فرمائی"۔^(۲)

^(۱) دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، فتویٰ نمبر: ۱۴۴۲۰۱۲۰۰۹۹۲

^(۲) اسلام، جمہوریت اور پاکستان، مولانا زاہد الراشدی، ص ۱۱۱، ۱۱۲

اس کی بنیادی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ قادیانیت کی بنیاد اور اساس دعوی نبوت پر ہے، ہر ایک قادیانی غلام احمد قادیانی کو نبی سمجھتا ہے جو کہ ایک بہت بڑا کفریہ عقیدہ ہے، جب کہ شیعوں کی ابتدائی بنیاد بظاہر کفریہ عقائد پر نہیں، اگرچہ پھر یہ عقائد بھی ان میں داخل ہو کر سرایت کر گئے۔ چنانچہ تاریخ شیعہ پر گہری نظر رکھنے والے محقق العصر حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب^۱ (لندن مانچسٹر والے) شیعیت کی ابتدا پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: "تاریخ میں شیعان علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اس گروہ کو کہا گیا ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلافت پر آنے سے لوگوں میں بنو امیہ اور بنو ہاشم کے مابین سیاسی فاصلے قائم کرنا چاہتے تھے۔ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بنو امیہ میں سے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بنو ہاشم میں سے۔ صحابہ کرام کے ہاں دونوں ایک جیسے بزرگ تھے، مگر کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھے بغیر ان کے گرد عقیدت کے ایسے دائرے کھینچ لیے تھے کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے پیچھا چھڑنا مشکل ہو گیا تھا۔ پھر یہ لوگ برسر عام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھے بغیر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کے جھنڈے اٹھالیے اور بالآخر آپ کو شہید کر کے دم لیا... اور اب وہ کھلے بندوں حضرت عثمان، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو سب و شتم کرتے تھے، یہ لوگ اپنے آپ کو شیعان علی میں سے کہتے، لیکن عملاً انہیں خاندان علی رضی اللہ عنہ سے کوئی عقیدت نہ تھی، یہ شیعان علی کا آغاز ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یقیناً ان سے کھلے فاصلے پر تھے۔ عبد اللہ بن سبا یہودی نے صفِ اسلام کو توڑنے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں بغاوت

کے کچھ کانٹے بکھیرے، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف داری محض اس لیے کی کہ اس کے بغیر صف اسلام کو توڑنا ممکن نہ تھا، اسے حب علی سے غرض نہ تھی، بنو امیہ سے بغض درکار تھا، اور شوکت اسلام کو توڑنا اس کا نقطہ انقلاب تھا.....

ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ شیعیت ابتداء میں صرف ایک سیاسی گروہ بندی کی صورت میں تھی، اور امامت کا عقیدہ ابھی ان میں نہ آیا تھا۔ حکومت کے آسمانی حق کا عقیدہ انہیں ایران سے ملا جو ساسانی بادشاہوں کو حکومت کا آسمانی حق دیتے تھے۔ شیعیت جب سیاسی میدان میں نہ ٹھہر سکی تو اس نے ایک مذہبی شکل اختیار کی، اور خاندان رسالت کے آسمانی حق امامت کا عقیدہ وضع کر لیا۔ یورپ کے مستشرقین بھی لکھتے ہیں کہ شیعیت کی زیادہ تر دلائل عجمی ہیں۔ ان کی اصل الاصول ان کی کتاب الکافی ہے، جو محمد بن یعقوب الکلینی (۳۲۹ھ) نے لکھی، ان کی دوسری حدیث کی کتابیں اس کے بعد کی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مذہب باقاعدہ صورت میں چوتھی صدی میں مرتب ہونا شروع ہوا^(۱)۔

مُسند الہند حضرت شاہ عبد العزیز صاحب^۲ امام غائب اور امام منتظر عقیدہ کے متعلق ایک مقام پر فرماتے ہیں: "شیعوں میں ابو کریب وہ پہلا شخص ہے جو امام صاحب الزمان کے غائب ہو جانے کا قائل ہوا، اور امام کا دشمنوں کے خوف سے چھپنا اور کچھ عرصہ ظاہر ہونے کے عقیدہ بھی یہی موجد ہے۔ شیعوں کے تمام فرقوں نے امام مفقود کے بارے میں دل کی تسلی کے لیے یہ سبق اسی ابو کریب سے سیکھا ہے"۔^(۲)

^(۱) دوازدہ احادیث، علامہ داکٹر خالد محمود، ص ۱۷۷—۲۷۷، محمود پبلی کیشنز لاہور، ط ۲۰۱۸ء

^(۲) تحفہ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ)، مولانا شاہ عبد العزیز متوفی ۱۲۳۹ھ، ص ۴۴، دارالاشاعت، ط ن

۵—مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تحقیق

برصغیر میں شیعیت اور رافضیت کے خلاف مدلل لاجواب انداز میں تحقیق کرنے والوں میں سب سے نمایاں نام مسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا آتا ہے، سنی مذہب کی تائید اور شیعہ مذہب کے بطلان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا، ان کی لاجواب کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" اس بات کی روشن دلیل ہے، اس کتاب میں انہوں نے شیعہ مذہب کی ابتدا، فرقوں اور ان کے عقائد اور بطلان کی تفصیل بڑی شرح اور بسط کے ساتھ فرمائی ہے، اس کے بارے میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قسم نانوتوی صاحبؒ یوں اظہار فرماتے ہیں: "ایک تحفہ اثنا عشریہ تھا، اور جب تحفہ تھا تو جاننے والے جانتے ہیں کہ سب کچھ تھا۔ موافق مصرعہ مشہور "کافی ہے تسلی کو تری ایک نظر بھی" اور کتابیں نہ سہی ایک تحفہ ہی بہت ہے، کیونکہ مؤلف تحفہ حجۃ اللہ فی العالمین، خاتم المحدثین والمفسرین، عمدۃ المتکلمین، زبدۃ المناظرین مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے نام کے توسنی تو دیوانے ہیں پر علماء شیعہ بھی (جاہلوں کو میں نہیں کہتا) ان کے تجر و تحقیق کو بہ نسبت دونوں مذہبوں کے اپنے دل میں تو خوب جانتے ہیں، زبان سے کہیں یا نہ کہیں۔ سو جو روایات کتب شیعہ میں سے اس رسالہ میں منقول ہوئی ہیں ماخذ اس کا یا متن تحفہ مطبوعہ دہلی ہے یا اس کے حواشی ہیں، جو غالباً منہیہ معلوم ہوتے ہیں۔ سو تحفہ کا حوالہ اہل انصاف کے نزدیک خود ان کتب کے حوالے سے کم نہیں، جن کا نام اس رسالہ میں لکھا گیا، اسی وجہ سے اس احقر نے بے تامل ان کتب کا حوالہ رقم کر دیا۔" (۱)

بہر حال یہ کتاب علوم اور اصول کا انمول خزانہ ہے، راقم سطور کے خیال میں ہر

(۱) ہدیۃ الشیعہ، مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۵ء، ص ۱۱، ۱۲ نعمانی کتب خانہ لاہور، ط ۱

سُنی مذہب کے عالم کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے بقول ابتدا اور اصل کے اعتبار سے شیعوں کے چار فرقے ہیں: پہلا فرقہ اولیٰ یا مخلصین شیعہ: یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، اور اس کے عقائد میں کوئی خرابی نہیں تھی، اور یہ فرقہ اہل سنت ہی کا فرقہ ہے۔ دوسرا تفضیلی فرقہ: یہ وہ فرقہ ہے جو تمام صحابہ کو تو مانتا ہے لیکن اس فرقہ والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل کہتے ہیں۔

تیسرا تبرائی فرقہ: اس فرقے والے کو شیعہ سبیہ بھی کہتے ہیں، یہ لوگ عقیدہ (اکثر) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ظالم، غاصب بلکہ کافر و منافق کہتے ہیں، خصوصاً حضرات شیخین، خلیفہ ثالث اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان بد بختوں کے تیر ملامت کا نشانہ بنے۔

چوتھا فرقہ غالی شیعہ: یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا قائل تھا۔ اور درحقیقت یہ آخری دو فرقے شیعوں کے ہیں، پہلا فرقہ اہل سنت کا اور دوسرا فرقہ تفضیلیہ کا ہے اور ابتدا میں انہیں کو شیعہ کہا جاتا تھا، مگر جب غلاۃ، روافض، زیدیوں اور اسمعیلیوں نے اپنے لیے شیعہ لقب اختیار کیا اور ان کے اعمال و عقائد کی قباحتیں اور شر ظاہر ہونے لگے تو حق و باطل کے مل جانے کے خطرہ کے پیش نظر فرقہ سنیہ و تفضیلیہ نے اس لقب کو اپنے لیے ناپسند کر کے ترک کر دیا، اور اس کی جگہ اہل سنت و الجماعت کا لقب اختیار کیا۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ تاریخ کی قدیم کتابوں میں اساطین اہل سنت کے لیے جو یہ الفاظ "فلان من الشیعة أو من

شیعہ "مذکور ہیں، تو یہ الفاظ اپنی جگہ درست ہیں، کیونکہ پہلے ایسے حضرات "شیعانِ اولیٰ" کا یہ لقب تھا۔ واقدی کی تاریخ اور استیعاب میں اس قسم کے الفاظ بہت آتے ہیں، لہذا اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے، یہ حضرات مذکورین ہر گز ایسے شیعہ نہ تھے، بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کی رفاقت اور مددگاری کے سبب شیعانِ علی کہلاتے تھے۔ مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غلاة (غالی شیعہ)، کیسانیہ اور اسمعیلیہ فرقے ایسے ہیں کہ جن کو بلا اختلاف کافر کہا جاسکتا ہے یا مرتد ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ باقی رہے زیدیہ وروافض جو خود کو امامیہ کہتے ہیں ان کی تکفیر میں اختلاف ہے، اس میں حق بات یہ ہے کہ ان کو باہم ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔ پھر حضرت شاہ صاحب^۲ شیعہ فرقوں کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعد میں اہل سنت اور تفضیلیہ کے علاوہ شیعہ کے مشہور فرقے چار ہیں: غالی شیعہ، کیسانیہ، زیدیہ اور امامیہ، پھر ہر ایک کے مختلف اور الگ الگ فرقے اور شاخیں ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے:

۱- غالی شیعہ: غالی شیعوں کے چوبیس فرقے ہیں:

سبائیہ، مفضلّیہ، سیرغیہ، بیزغیہ، کالمیہ، مغیریہ، جناحیہ، بیانیہ، منصورِیہ، غمامیہ، اُمویہ، تفویضیہ، خطابیہ، مُعمریہ، غرابیہ، ذبابیہ، ذمیہ، اثنینیہ، نُصیریہ، اسحاقیہ، غلبانیہ، زرامیہ اور مقنعیہ۔

ان سب غالی فرقوں کا مدار امام کو الہ یا اس میں الہ کے حلول کے ماننے پر ہے۔

۲- فرقہ کیسانیہ: کیسانیہ کے چھ فرقے ہیں:

کریمیہ، اسحاقیہ، حرمیہ، عباسیہ، طیارِیہ اور مختاریہ۔

۳- زیدیہ فرقہ: زیدیہ فرقہ جو اپنے آپ کو حضرت زید بن علی بن الحسین بن علی

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی طرف منسوب کرتے ہیں، خالص زیدئے، اس کے نو فرقے ہیں:

جارودیہ، جریریہ، تبریہ، نعیمیہ، دکنیہ، خشبیہ، یعقوبیہ اور صالحیہ۔

۴- امامیہ: یہ فرقہ انتالیس فرقوں میں بٹا ہے:

حسینیہ، نفسیہ، حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ، زراریہ، یونسیہ، بدائیہ، مفوضہ، ... امامیہ۔

اکیسواں فرقہ اس کا امامیہ کے نام سے مشہور ہے، یہ اثنا عشریہ کا فرقہ ہے یہ وہی

شیعہ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں۔

امامیہ میں سے یہ سات فرقے: حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ، زراریہ، یونسیہ، بدائیہ اور

مفوضہ، بالاتفاق کافر ہیں، اس لیے کہ وہ عقیدہ امامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جسمیت

وغیرہ جیسے عقائد کے قائل ہیں۔^(۱)

اس پوری تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی رائے میں فرقہ

اثنا عشریہ ان فرقوں میں نہیں جن کے کفر اور تکفیر پر اتفاق ہے، اس لیے انہوں غلاۃ جن

کے کفر پر اتفاق ہے، کو الگ شمار کیا، اور پھر ان کے علاوہ دوسرے ان فرقوں جن کے کفر

پر اتفاق ہے، کی بھی الگ نشاندہی فرمائی، ان میں بھی اثنا عشریہ کا ذکر نہیں کیا، البتہ

قاعدے اور ضابطے کے طور پر یہ فرمایا کہ جو الوہیت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا جسمیت

باری تعالیٰ جیسے عقائد کفریہ کا حامل اور معتقد ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ واللہ تعالیٰ

وسبحانہ اعلم۔

تنبیہ اول: بعض اوقات ایک عقیدہ شیعہ کے ایک گروہ اور فرقہ کا ہوتا ہے، لیکن

^(۱) تحفہ اثنا عشریہ (اردو ترجمہ)، مولانا شاہ عبد العزیز متوفی ۱۲۳۹ھ، ص ۲۶، ۲۷، ۳۹—۵۵،

جن علماء نے شیعوں کے عقائد ذکر کئے ہیں، ان کے تحت اور ذیل میں اسی عقیدہ کا بھی ذکر کیا، جس سے مطالعہ کرنے والے خصوصاً طلبہ کرام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عقیدہ تمام شیعوں کا ہے، حالانکہ وہ تمام شیعوں کا نہیں، بلکہ ان کے ایک گروہ اور فرقہ کا ہوتا ہے۔ مثلاً شیعوں کے عقائد اور مسائل میں ایک عقیدہ "بداء" کا ذکر ہوتا ہے، اور عام کتابوں میں اجمالاً اتنی بات ذکر ہے کہ یہ عقیدہ شیعوں کے عقائد میں سے ہے، اور ان کتابوں میں تفصیل نہیں ہے کہ یہ کونسے فرقہ کا عقیدہ ہے، جس سے طالب علم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ ابتدا ہی یہ تمام شیعوں کا عقیدہ رہا ہے، حالانکہ بقول شاہ عبدالعزیز صاحب^۱ امامیہ کے جو انتالیس فرقے ہیں، ان میں سے آٹھواں فرقہ بدائیہ جو ہے اس کا یہ عقیدہ ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: "فرقہ بدائیہ: یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ بعض باتوں کا ارادہ کرتا ہے اور اپنی ارادہ پر نادم ہوتا ہے کہ ایسا ارادہ کرنا خلاف مصلحت تھا۔"^(۱)

اسی طرح ہمارے مصنفین حضرات نے شیعوں کے عقائد میں ایک عقیدہ رجعت (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوبارہ دنیا میں تشریف لانا، اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انتقام لینا) کا بھی ذکر فرمایا ہے، حالاں کہ بقول شاہ عبدالعزیز صاحب^۲ یہ عقیدہ درحقیقت زیدیہ کے ایک فرقہ یعقوبیہ کا عقیدہ تھا۔^(۲)

اس لیے راقم سطور کے خیال میں شیعوں کے متعلق اور تردید میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کے مطالعے کے ساتھ "تحفہ اثنا عشریہ" کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے، بلکہ اس

(۱) حوالہ بالا، ص ۴۸

(۲) حوالہ بالا، ص ۴۷

کو بنیاد اور اصل بنانا چاہیے، اسی میں ہر ایک عقیدے اور فرقے کی الگ الگ تفصیل اور وضاحت ہے، فتنکرت و تدبر۔

تنبیہ دوم: "تحفہ اثنا عشریہ" جو مُسند الہند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی تصنیف ہے، اس نام کی وجہ تسمیہ میں لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ یہ نام روافض کے فرقہ اثنا عشریہ کی نسبت سے رکھا گیا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب چوں کہ بارہویں صدی کے آخر میں تصنیف کی گئی ہے، اس لیے یہ نام رکھا گیا ہے، تو تحفہ اثنا عشریہ کا مطلب ہے بارہویں صدی کا تحفہ۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحبؒ خود اس بارے میں فرماتے ہیں: "میں نے اس کتاب کا نام تحفہ اثنا عشریہ اس مناسبت سے رکھا ہے کہ بارہویں صدی ہجری کے اختتام پر یہ کتاب منظرِ وجود پر جلوہ گر ہو رہی ہے"۔^(۱)

۶۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی تحقیق

ہر چند کہ ایک جماعت فقہاء نے مطلقاً شیعہ کو بوجہ سب شیخین کے کافر لکھ دیا اور بر بناء کفر ان کے ساتھ مناکحت کی حرمت کا اور عدم حلت ذبیحہ روافض کا فتویٰ دیا، مگر منقح اور قول مفتی بہ و مرجح یہ ہے کہ جو شیعہ منکر ضروریات دین ہوں وہ کافر ہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں، مناکحت ان کے ساتھ درست نہیں، شرکت ان کے ساتھ مثل اہل اسلام کے جائز نہیں۔ اور جو ایسے نہ ہوں گو سب صحابہ کرتے ہوں وہ فاسق ہیں کافر نہیں، ذبیحہ ان کے ہاتھ کا حلال ہے حرام نہیں۔ مناکحت بھی ان کی درست ہے۔^(۲)

(۱) حوالہ بالا، ص ۲۱

(۲) مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی اردو، مولانا عبدالحی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ ص ۲۱، قدیمی کتب خانہ

۷ — سنن ابی داؤد کے ایک رافضی راوی

امام ابوداؤد نے ایک راوی "عمرو بن ثابت متوفی ۷۲ھ" کے بارے میں فرمایا "کہ یہ ایک بُرے رافضی شخص ہیں، لیکن اس کے باوجود حدیث اور روایت میں وہ صدوق ہیں" «قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَعَمَرُو بْنُ ثَابِتٍ رَافِضِيٌّ رَجُلٌ سُوءٌ وَلَكِنَّهُ كَانَ صَدُوقًا فِي الْحَدِيثِ»^(۱).

یہ وہ سخت اور غلیظ رافضی راوی ہیں جو حافظ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق "وہ پانچ کے علاوہ باقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تکفیر کا عقیدہ رکھتے تھے"۔ ان پر مختلف طور پر جرح ضرور ہوا ہے، لیکن کسی نے اس پر تکفیر صحابہ کی وجہ سے کفر کا جرح نہیں کیا ہے، اور امام ابوداؤد کے نزدیک کسی حد تک مقبول راوی ہیں۔

وقال الآجري عن أبي داود رافضي خبيث وقال في موضع آخر رجل سوء قال لما مات النبي صلى الله عليه وسلم كفر الناس إلا خمسة وجعل أبو داود يذمه ويقول قد روى عنه سفیان وهو المشوم ليس يشبه حديثه أحاديث الشيعة وجعل يقول ويعني أن أحاديثه مستقيمة وقال في موضع آخر كان من شرار الناس وقال في موضع آخر ليس في حديثه نكارة وقال النسائي متروك الحديث وقال مرة ليس بثقة ولا مأمون وقال بن حبان يروي الموضوعات عن الاثبات وقال بن عدي الضعف على رواياته بين قلت وقال أبو داود في السنن أثر حديث في الاستحاضة ورواه عمرو بن ثابت عن بن عقيل وهو رافضي خبيث وكان رجل سوء

(۱) سنن ابی داود، باب من قال اذا قبلت الحيضة تدع الصلاة، ج ۱ ص ۷۶، المكتبة العصرية بيروت

زاد فی روایۃ بن الأعرابی ولكنه كان صدوقا في الحديث. ^(۱)

اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ محدثین حضرات نے ایسے روافض سے بھی روایتیں لی ہیں جو تکفیر صحابہ کے قائل اور عقیدہ رکھتے تھے، اور ان محدثین کے نزدیک تکفیر صحابہ ضلالت اور گمراہی ضرور ہے، لیکن کفر نہیں ہے، ورنہ ان سے روایات لینے کی گنجاش اور جواز نہ ہوتا۔

۸—خوارج کے بارے میں فقہائے کرام کی رائے

علامہ سرخسیؒ نے "مبسوط" میں باب الخوارج کے تحت اور علامہ کاسانیؒ نے "بدائع الصنائع" میں فصل فی بیان احکام البغاة کے تحت اور دیگر کئی فقہائے کرام نے خوارج کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ مسلمان ہیں، حالاں کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کی تکفیر کے قائل تھے، علامہ ابن ہمامؒ نے اس بارے میں بڑی جامع تحقیق فرمائی ہے کہ خوارج جو کہ تکفیر کے ساتھ صحابہ کرام کے خون کو بھی مباح اور حلال سمجھتے تھے، جمہور فقہائے کرام اور محدثین کے نزدیک (مسلمان) باغی کے حکم میں ہیں، جبکہ بعض محدثین کی رائے میں یہ کافر اور مرتد کے حکم میں ہیں، بہر حال خوارج کو مرتد اور کافر قرار دینے میں جمہور نے ان بعض محدثین کے ساتھ موافقت اور اتفاق نہیں کیا۔ اور یہ کافر قرار دینا یہ فقہائے کرام کا میدان ہے، ان کے علاوہ دوسروں کے قول کا اعتبار نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ کی یہ تحقیق علامہ ابن نجیمؒ نے "البحر الرائق" میں اور علامہ شامیؒ نے "رد المحتار" میں نقل کر کے ان کی تائید فرمائی ہے۔

وَهُؤُلَاءِ يُسَمُّونَ بِالْخَوَارِجِ يَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالَهُمْ وَيَسْبُونَ

(۱) تہذیب التہذیب، ترجمہ عمرو بن ثابت، ج ۸ ص ۹، ۱۰، دائرة المعارف ہند، ط ۱۳۲۶ھ

نِسَاءَهُمْ وَيُكَفِّرُونَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - .
وَحُكْمُهُمْ عِنْدَ جُمْهُورِ الْفُقَهَاءِ وَجُمْهُورِ أَهْلِ الْحَدِيثِ حُكْمُ الْبُغَاةِ. وَعِنْدَ
مَالِكٍ يُسْتَتَابُونَ، فَإِنْ تَابُوا وَإِلَّا قُتِلُوا دَفْعًا لِفَسَادِهِمْ لَا لِكُفْرِهِمْ. وَذَهَبَ
بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ إِلَى أَنَّهُمْ مُرْتَدُّونَ لَهُمْ حُكْمُ الْمُرْتَدِّينَ لِقَوْلِهِ - صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «يُخْرِجُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ
يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ
مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي
قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ «أَبِي أُمَامَةَ أَنَّهُ
رَأَى رُءُوسًا مَنْصُوبَةً عَلَى دَرَجٍ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقَالَ: كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ
كِلابُ أَهْلِ النَّارِ كِلَابُ أَهْلِ النَّارِ، وَقَدْ كَانَ هَؤُلَاءِ مُسْلِمِينَ فَصَارُوا
كُفَّارًا. قِيلَ يَا أَبَا أُمَامَةَ هَذَا شَيْءٌ تَقُولُهُ؟ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ - صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - . قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا وَافَقَ أَهْلَ الْحَدِيثِ عَلَى
تَكْفِيرِهِمْ، وَهَذَا يَقْتَضِي نَقْلَ إِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ. وَذَكَرَ فِي الْمُحِيطِ أَنَّ بَعْضَ
الْفُقَهَاءِ لَا يُكْفِرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْبِدْعِ، وَبَعْضُهُمْ يُكْفِرُونَ بَعْضَ أَهْلِ الْبِدْعِ
وَهُوَ مَنْ خَالَفَ بِيَدْعَتِهِ دَلِيلًا قَطْعِيًّا وَنَسَبَهُ إِلَى أَكْثَرِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالنَّقْلُ
الْأَوَّلُ أَثْبَتٌ، نَعَمْ يَقَعُ فِي كَلَامِ أَهْلِ الْمَذَاهِبِ تَكْفِيرٌ كَثِيرٌ وَلَكِنْ لَيْسَ مِنْ
كَلَامِ الْفُقَهَاءِ الَّذِينَ هُمْ الْمُجْتَهِدُونَ بَلْ مِنْ غَيْرِهِمْ، وَلَا عِبْرَةَ بَغْيِ الْفُقَهَاءِ،
وَالْمُنْقُولُ عَنِ الْمُجْتَهِدِينَ مَا ذَكَرْنَا، وَابْنُ الْمُنْذِرِ أَعْرَفُ بِنَقْلِ مَذَاهِبِ

الْمُجْتَهِدِينَ، وَمَا ذَكَرَهُ مُحَمَّدٌ بْنُ الْحَسَنِ فِي أَوَّلِ الْبَابِ مِنْ حَدِيثِ كَثِيرِ
 الْحَضَرَمِيِّ يَدُلُّ عَلَى عَدَمِ تَكْفِيرِ الْخَوَارِجِ. وَهُوَ قَوْلُ الْحَضَرَمِيِّ: دَخَلْتُ
 مَسْجِدَ الْكُوفَةِ مِنْ قِبَلِ أَبْوَابِ كِنْدَةَ، فَإِذَا نَفَرٌ خَمْسَةٌ يَشْتُمُونَ عَلِيًّا - رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ - وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ بُرْنُسٌ يَقُولُ: أَعَاهِدُ اللَّهَ لَا أَقْتُلَنَّهٗ، فَتَعَلَّقْتُ بِهِ
 وَتَفَرَّقْتُ أَصْحَابُهُ عَنْهُ، فَأَتَيْتُ بِهِ عَلِيًّا - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - فَقُلْتُ: إِنِّي
 سَمِعْتُ هَذَا يُعَاهِدُ اللَّهَ لَيَقْتُلَنَّكَ، فَقَالَ: أَدُنُّ وَيْحَكَ مَنْ أَنْتَ؟ فَقَالَ: أَنَا
 سَوَّارُ الْمُنْقَرِيِّ، فَقَالَ عَلِيٌّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: خَلِّ عَنْهُ، فَقُلْتُ أُخَلِّي عَنْهُ
 وَقَدْ عَاهَدَ اللَّهُ لَيَقْتُلَنَّكَ؟ قَالَ: أَفَأَقْتُلُهُ وَلَمْ يَقْتُلْنِي؟ قُلْتُ: فَإِنَّهُ قَدْ شَتَمَكَ،
 قَالَ: فَاشْتُمُهُ إِنْ شِئْتَ أَوْ دَعُهُ. فَفِي هَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ مَا لَمْ يَكُنْ
 لِلْخَارِجِينَ مَنَعَةً لَا نَقْتُلُهُمْ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا كُفَّارًا لَا بِشْتِمِ عَلِيٍّ وَلَا بِقَتْلِهِ.
 قِيلَ إِلَّا إِذَا اسْتَحَلَّهُ، فَإِنَّ مَنْ اسْتَحَلَ قَتَلَ مُسْلِمٍ فَهُوَ كَافِرٌ، وَلَا بُدَّ مِنْ
 تَقْيِيدِهِ بِأَنْ لَا يَكُونَ الْقَتْلُ بِغَيْرِ حَقٍّ أَوْ عَنْ تَأْوِيلٍ وَاجْتِهَادٍ يُؤَدِّيهِ إِلَى
 الْحُكْمِ بِحِلِّهِ، بِخِلَافِ الْمُسْتَحَلِّ بِلَا تَأْوِيلٍ، وَإِلَّا لَزِمَ تَكْفِيرُهُمْ؛ لِأَنَّ
 الْخَوَارِجَ يَسْتَحِلُّونَ الْقَتْلَ بِتَأْوِيلِهِمُ الْبَاطِلِ، وَمِمَّا يَدُلُّ عَلَى عَدَمِ تَكْفِيرِهِمْ
 مَا ذَكَرَهُ مُحَمَّدٌ أَيْضًا حَيْثُ قَالَ: وَبَلَّغْنَا عَنْ عَلِيٍّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّهُ بَيْنَمَا
 هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ حَكَمَتْ الْخَوَارِجُ مِنْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ عَلِيٌّ
 - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: كَلِمَةُ حَقٍّ أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ، لَنْ نَمْنَعَكُمْ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ
 تَذْكُرُوا فِيهَا اسْمَ اللَّهِ، وَلَنْ نَمْنَعَكُمْ الْفَيءَ مَا دَامَتْ أَيْدِيكُمْ مَعَ أَيْدِينَا،

وَلَنْ نُقَاتِلَكُمْ حَتَّى تُقَاتِلُونَا، ثُمَّ أَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ. وَمَعْنَى قَوْلِهِ حَكَمْتُ
الْخَوَارِجَ نِدَاؤُهُمْ بِقَوْلِهِمُ الْحُكْمُ لِلَّهِ، وَكَانُوا يَتَكَلَّمُونَ بِذَلِكَ إِذَا أَخَذَ عَلِيٌّ
فِي الْخُطْبَةِ لِيُشَوِّشُوا خَاطِرَهُ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا يَقْصِدُونَ بِذَلِكَ نِسْبَتَهُ إِلَى الْكُفْرِ
لِرِضَاةِ بِالْتَّحْكِيمِ فِي صِفِّينَ، وَلِهَذَا قَالَ عَلِيٌّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -: كَلِمَةٌ حَقٌّ
أُرِيدَ بِهَا بَاطِلٌ: يَعْنِي تَكْفِيرُهُ. ^(۱)

علامہ شامیؒ نے ایک دوسرے مقام پر یہ صراحت فرمائی ہے کہ عدم تکفیر کا یہ
قول اور فتویٰ صرف خوارج کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ معتزلہ اور شیعہ کا بھی یہی
حکم ہے۔

وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِنْ قِبَلَتِنَا (لَا يَكْفُرُ بِهَا) حَتَّى الْخَوَارِجُ (قَوْلُهُ حَتَّى
الْخَوَارِجُ) أَرَادَ بِهِمْ مَنْ خَرَجَ عَنْ مُعْتَقَدِ أَهْلِ الْحَقِّ لَا خُصُوصَ الْفِرْقَةِ
الَّذِينَ خَرَجُوا عَلَى الْإِمَامِ عَلِيٍّ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - وَكَفَرُوهُ، فَيَشْمَلُ
الْمُعْتَزِلَةَ وَالشَّيْعَةَ وَغَيْرَهُمْ. ^(۲)

۹—فقہائے کرام وغیرہ کا میدان

آج کل روافض وغیرہ کی تکفیر کے باب میں عموماً محدثین، مناظرین اور
خطباء و مقررین کے اقوال اور حوالے پیش کئے جاتے ہیں، اور انہیں پر اعتماد اور اعتبار
کیا جاتا ہے، ان کی تحقیق سے انکار تو نہیں، لیکن "کل فن رجال" کے ضابطے کے

^(۱) فتح القدیر، باب البغاة، ج ۶ ص ۱۰۰، البحر الرائق، باب البغاة، ج ۵ ص ۱۵۱، رد المحتار، باب البغاة،

تحت حدیث کی تحقیق اور صحیح ضعیف قرار دینا ان کا میدان ضرور ہے، لیکن فتویٰ دینا خصوصاً کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا یہ ان کا میدان نہیں، یہ فقہائے کرام اور مفتیان عظام کا میدان ہے، جس کی طرف علامہ ابن ہمام نے مذکورہ بالا عبارت میں بڑا واضح اشارہ فرمایا۔

قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا وَافَقَ أَهْلَ الْحَدِيثِ عَلَى تَكْفِيرِهِمْ، وَهَذَا يَقْتَضِي نَقْلَ إِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ. وَذَكَرَ فِي الْمُحِيطِ أَنَّ بَعْضَ الْفُقَهَاءِ لَا يُكْفِرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْبِدْعِ، وَبَعْضُهُمْ يُكْفِرُونَ بَعْضَ أَهْلِ الْبِدْعِ وَهُوَ مَنْ خَالَفَ بِيَدْعَتِهِ دَلِيلًا قَطْعِيًّا وَنَسَبَهُ إِلَى أَكْثَرِ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالنَّقْلُ الْأَوَّلُ أَثْبَتٌ، نَعَمْ يَقَعُ فِي كَلَامِ أَهْلِ الْمَذَاهِبِ تَكْفِيرٌ كَثِيرٌ وَلَكِنْ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ الْفُقَهَاءِ الَّذِينَ هُمْ الْمُجْتَهِدُونَ بَلْ مِنْ غَيْرِهِمْ، وَلَا عِبْرَةَ بِغَيْرِ الْفُقَهَاءِ، وَالْمُنْقُولُ عَنِ الْمُجْتَهِدِينَ مَا ذَكَرْنَا، وَابْنُ الْمُنْذِرِ أَعْرَفُ بِنَقْلِ مَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِينَ.^(۱)

اس لیے تحقیق وغیرہ کے میدان میں دوسروں کی طرف رجوع کرنے میں حرج نہیں، لیکن فتویٰ کے میدان میں فقہائے کرام اور مفتیان عظام ہی کی طرف رجوع کرنا سلامتی اور احتیاط کا تقاضا ہے۔

^(۱) فتح القدیر، باب البغاة، ج ۶ ص ۱۰۰

۱۰۔ آخری گزارش

علی الاطلاق تکفیر روافض کے بارے میں قدیمًا و حدیثًا علماء کرام کا اختلاف رہا ہے، دونوں طرف کے علماء ہمارے اسلاف اور اکابر ہیں، جس کو جس جانب رجحان ہو وہی رائے اختیار کر سکتا ہے، تاہم دوسرے فریق کے علماء اور اکابر پر طعن کرنا اور یہ نظریہ کرنا کہ جو ہمارا موقف نہ مانے وہ ایسا ایسا، یقیناً اس طرح کا نظریہ رکھنا اعتدال سے جتنا نہیں ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ روافض اور شیعوں کے مختلف عقائد ہیں، لیکن ان کے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے درمیان بنیادی اور اصل فرق اور حد فاصل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے عقیدت اور عدم عقیدت ہے، اہل السنۃ کے نزدیک صحابہ کرام دین کی ایک بنیادی حیثیت رکھنے کے ساتھ تنقید اور جرح و تبرا سے بالاتر ہیں، ان کے ساتھ بغض کا شائبہ بھی ایک بڑی محرومی، بد بختی اور گمراہی کی نشانی ہے، جب کہ روافض کے نزدیک عموماً کثرت پر تبرا کرنا اور سب صحابہ اور بغض سے لے کر تکفیر تک ثواب کا ذریعہ ہے، (نعوذ باللہ من ذلک) تو ان وجوہات کی وجہ سے ان کی گمراہی اور ضلالت میں تو کوئی اختلاف نہیں، لیکن علی الاطلاق ان کی تکفیر میں اختلاف رہا ہے۔ ہمارے نزدیک ان چند وجوہات کی وجہ سے علی الاطلاق تکفیر کے بجائے تفصیل اور تجزی والا قول اور فتویٰ رائج لگتا ہے: ۱۔ عموماً محدثین عظام، فقہائے کرام، متکلمین اور مؤرخین نے روافض کو اہل قبلہ، اہل بدع، اہل ہواء اور گمراہ فرقوں میں سے شمار کیا ہے، نہ کہ اہل کفر اور اہل شرک میں سے۔ ۲۔ بہت سے محدثین نے ان سے روایات لی ہیں، جس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ نے "عباد بن یعقوب" رافضی سے روایات لی ہیں حالاں کہ تبرا اور سب صحابہ ان کا معمول تھا، اسی طرح امام ابوداؤدؒ نے "عمرو بن ثابت" کو صدوق فی الحدیث کہا ہے، حالاں کہ وہ پانچ کے علاوہ تمام

صحابہ کرام کی تکفیر کے قائل تھے۔ ۳۔ فقہائے احناف نے خوارج کو مسلمان شمار کیا ہے، حالاں کہ وہ صحابہ کرام کی تکفیر اور جواز قتل کے قائل تھے، اور علامہ شامی کے بقول یہی حکم شیعہ اور معتزلہ کا بھی ہے۔ ۴۔ فتویٰ لگانا فقہائے کرام اور مفتیان عظام کا میدان ہے، اور علامہ ابن ہمام اور دیگر محققین کے بقول فقہائے کرام نے خوارج کے عقیدہ تکفیر صحابہ پر کفر کے فتویٰ دینے اور لگانے سے احتراز کیا ہے۔ ۵۔ اسلام میں سب سے سخت مسئلہ اور قابل احتیاط مسئلہ وہ تکفیر کا فتویٰ ہے، علامہ شامی کی یہ تحقیق گزر چکی ہے کہ کسی کے بارے میں تکفیر کے دلائل قوی اور قول اصح ہو اور عدم تکفیر کا قول ضعیف بھی ہو تو بھی فتویٰ عدم تکفیر کا دیا جائے گا۔ اس لیے عدم تکفیر کا فتویٰ احتیاط پر مبنی ہے۔ ۶۔ بر صغیر میں ہماری مادر علوم دارالعلوم دیوبند ہے، اس کے مفتیان کرام نے روافض کے متعلق علی الاطلاق کفر کا فتویٰ نہیں دیا، بلکہ تفصیل اور تجزی کا دیا ہے، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ
وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ.

اللهم اغفر لنا ولو الديننا ولا سأتذتنا وأحسن إلينا وإليهم
ولجميع المؤمنين والمؤمنات، وصلى الله على خير خلقه
محمد وآله وصحبه أجمعين.

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ.

